An Analysis of the Verse of Wilāyah in the Light of Shia and Sunni Exegeses

Mohammad Jawād Dashtī [1] and **Muhammad ʿAskarī Muqaddas** [2]

1. Assistant Professor and Faculty Member, Al-Mustafa International University
E-mail: h.d.m.j.dashti@gmail.com

3. Ph.D Scholar, Quran and Sciences, Specialization (Psychology), Al-Mustafa International University, Qom, Iran. Email: askarimuqaddas@gmail.com

Article Info

Article type:
Research Article

Article history:
Received:
1 September 2025
Received in revised:
28 September 2025
Accepted:
22 November 2025
Available online:
2 December 2025

Keywords:
Wilāyah, Imamate, Imam ʿAlī (a.s.), Āyat al-Wilāyah, Ghadīr, Giving of the Ring, Imamate of ʿAlī, Guardianship of ʿAlī.

ABSTRACT

Verse 55 of Sūrat al-Māʾidah is also known as Āyat al-Wilāyah .According to the exegetes and theologians of the Imāmī (Shīʿī) school, this verse is among the clearest proofs of the immediate Imamate of Imam ʿAlī (peace be upon him). On the other hand, Sunni exegetes have presented various interpretations of this verse by citing different contexts of revelation (shaʾn al-nuzūl). This article, employing a descriptive-analytical method, is divided into two stages: internal (textual) analysis, which examines the wording, structure, and contextual relations of the verse; and External (extra-textual) analysis, which investigates the circumstances of revelation, historical background, narrations, and exegetical opinions. The primary objective of this research is to uncover the true meaning of the verse and to clarify its relationship with the doctrine of Imamate on scholarly grounds. The study concludes that the incident of Imam ʿAlī (peace be upon him) giving his ring in charity and the revelation of the Āyat al-Wilāyah occurred in the final year of the Prophet's (peace be upon him and his family) life, after Imam ʿAlī's return from Yemen, on the evening of the Day of ʿArafah during the Farewell Pilgrimage (Ḥijjat al-Wadāʿ) in the Sacred Mosque (Masjid al-Ḥarām). Imam ʿAlī gave the ring within the mosque itself. The most significant conclusion derived from this finding is that the root meaning of walī in this verse refers specifically to "guardianship" and "leadership." Based on this, the phrase "mā unzila ilayk" ("that which has been revealed to you") in verse 67 of the same chapter refers precisely to the issue of Imam ʿAlī's succession — the very matter the Prophet (peace be upon him and his family) was commanded to proclaim at Ghadīr Khumm. The verse of Wilāyah, therefore, was revealed shortly before the verse of Proclamation (Āyat al-Tablīgh), on the evening of ʿArafah in the Sacred Mosque.

Cite this article: Dashtī & ʿAskarī Muqaddas. (2026). An Analysis of the Verse of Wilāyah in the Light of Shia and Sunni Exegeses.
New Horizons in Quranic Studies, 1 (2), 273-320

CC BY
© The Author(s).
Publisher: Al-Mustafa International University

ششماہی علمی مجلہ جدید قرآنی افکار، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۵، سال ۱، شمارہ ۲
New Horizons in Quranic Studies, July - December 2025/ Vol.1, No. 2

فریقین کی تفاسیر کی روشنی میں آیہ ولایت کا تجزیہ*

محمد جواد دشتی[۱] اور محمد عسکری مقدس[۲]

CC BY

اشاریہ

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۵ کو "آیۂ ولایت" بھی کہا جاتا ہے، جو اللہ، رسول (ص) اور ان مؤمنین کی ولایت کے بارے میں ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکات دیتے ہیں: إِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَ يؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُون- امامیہ مکتب کے مفسرین اور متکلمین کے نزدیک یہ آیت امام علیؑ کی بلا فصل امامت کے واضح ترین دلائل میں سے ایک ہے، جبکہ اہل سنت کے مفسرین اس آیت کے مختلف شانِ نزول بیان کرتے ہوئے اس کی مختلف تفاسیر پیش کرتے ہیں۔ یہ مقالہ توصیفی- تحلیلی طرز تحقیق کے تحت دو مراحل پر مشتمل ہے: اس مقالے میں آیۂ ولایت کا داخلی (متنی) تجزیہ یعنی آیت کے الفاظ، ساخت اور سیاق و سباق کا مطالعہ کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی خارجی (فرامتنی) تجزیہ یعنی اس کے نزول کے حالات، تاریخی پس منظر، روایات اور مفسرین کے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تحقیقی مطالعے کا مقصد آیت کے حقیقی مفہوم تک رسائی حاصل کرنا اور اس کے امامت سے تعلق کو علمی بنیادوں پر واضح کرنا ہے۔ تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی جانب سے انگشتری عطا کرنے کا واقعہ اور آیۂ ولایت کا نزول رسول اکرمؐ کی زندگی کے آخری سال میں امام علیؑ کی یمن سے واپسی کے بعد حجۃالوداع کے موقع پر عرفہ کے دن شام کے وقت مسجد الحرام میں پیش آیا اور امام علی علیہ السلام نے مسجد الحرام میں انگوٹھی عطا کی تھی۔ اس امر کے اثبات کا سب سے اہم نتیجہ یہ ہے کہ "ولی" کے مادے کا مفہوم یہاں صرف "سرپرستی" اور "قیادت" تک محدود ہو جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر سورہ مائدہ کی آیت ۶۷ میں مذکور "ما أُنزل اليک" (جو آپ پر نازل کیا گیا) سے مراد وہی مسئلۂ جانشینی امام علیؑ ہے، جسے رسول اکرمؐ کو غدیر خم میں ابلاغ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ مسئلہ آیۂ تبلیغ کے نزول سے کچھ وقت پہلے، عرفہ کی شام کو مسجد الحرام میں نازل ہوا تھا۔

کلیدی الفاظ: ولایت، امامت، حضرت علی، آیت ولایت، غدیر، خاتم بخشی، امامت علیؑ، ولایت علیؑ۔

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۹/۲۸ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۵/۱۱/۲۲

۱. اسسٹنٹ پروفیسر، اور فیکلٹی ممبر، المصطفی انٹرنیشنل یونیورسٹی۔ (h.d.m.j.dashti@gmail.com).

۲. پی ایچ ڈی اسکالر، قرآن وعلوم، تخصص (نفسیات)، المصطفی انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران. (askarimuqaddas@gmail.com).

تمہید

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۵ "آیۂ ولایت" کے نام سے مشہور ہے، جو اللہ، رسول اکرمؐ اور ان مؤمنین کی ولایت کے بارے میں ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکات دیتے ہیں: «إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ»

تمام شیعہ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت امام علیؑ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے انگوٹھی عطا کی۔ (مفید، ۱۴۱۳ق: ص ۱۴۰؛ ابن شہر آشوب، ۱۳۹۶ش: ج ۲: ۲۹) ابن شہر آشوب نے اس اتفاقِ رائے کو "اجماعِ امت" سے تعبیر کیا ہے۔ (ابن شہر آشوب، ۱۳۷۹ش: ج ۱: ۳)

اہل سنت کے متعدد مفسرین اور مورخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت امام علیؑ کے خاتم بخشی کے واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سدی، مجاہد، حسن بصری، اعمش، عتبہ بن ابی حکیم، ثعلبی، زمخشری، طبری، قرطبیؒ، فاضل نیشابوری، واحدی، جصاص، ابو بکر شیرازی، نسائی، عبدالسلام قزوینی، بیضاوی، شوکانی صنعانی، ابن ابی الحدید، سیوطی، آلوسی، ابو سعد سمعانی وغیرہ شامل ہیں، جنہوں نے اس واقعے کو نقل کیا ہے۔ (امینی، ۱۳۹۷ش: ج ۳: ۱۵۶–۱۶۳؛ شیرازی، ۱۳۵۲ش: ص ۴۴۷–۴۴۸)

اس روایت کی وسعت اس قدر ہے کہ فریقین کے بعض جلیل القدر علماء جیسے قاضی ایجی (مواقف، ۱۴۱۷ق: ج ۳: ۶۰۱)؛ جرجانی (شرح مواقف ۱۳۲۵ش: ج ۸: ۳۶۰)؛ سعد تفتازانی (شرح مقاصد، ۱۴۰۱ق: ج ۲: ۲۸۸)؛ قوشچی (شرح تجرید، ندارد: ۳۶۸–۳۶۹) اور علامہ حلی (شرح تجرید، ۱۴۱۷ش: ۴۹۸–۴۹۹) نے واضح طور پر تصریح کی ہے کہ مفسرین کا اس آیت کے حضرت علیؑ کے شان میں نزول پر اجماع ہے۔ بعض اہل سنت مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کو حضرت ابو بکر، مہاجرین و انصار یا عبادہ بن صامت سے متعلق قرار دیا ہے۔ (ابن جوزی، ۱۴۲۲ق، ج ۱: ۵۶۱)

یہ تحقیق دو مراحل پر مشتمل ہے: پہلے مرحلے میں آیت کا داخلی (متنی) تجزیہ کیا گیا ہے، اور دوسرے مرحلے میں خارجی (فرامتنی) تجزیہ کے ذریعے آیت کے نزول کے ماحول اور حالات پر غور کیا گیا ہے۔ آخر میں تحقیق کا محور سورہ مائدہ کی آیت ۵۵ کے نزول کی فضا اور سیاق و سباق پر مرکوز ہوتا ہے، اور اسی بنیاد پر امامیہ مکتبِ فکر کے نظریے کو تقویت دی جاتی ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

آیہٴ ولایت کے متن کا تجزیہ

شیعہ علماء نے اس آیت کی بنیاد پر حضرت علیؑ کی جانشینی اور ولایت پر استدلال کیا ہے۔ (مفید، ۱۴۱۴ق: ص ۱۳۴؛ طوسی، ۱۳۸۲ش: ج۳: ۵۵۹؛ لکھنوی، ۱۴۰۲ق: ۱۰۸) بلکہ بعض علماء نے اسے امام علیؑ کی امامت پر سب سے مضبوط دلیل قرار دیا ہے۔ (طوسی، ۱۳۸۲ش: ج۲: ۱۰) شیعہ مفسرین نے اپنے نظریے کے اثبات کے لیے مختلف علمی دلائل پیش کیے ہیں۔

"إِنّما" کی حصر پر دلالت

آیہٴ ولایت کے استدلال کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ یہ آیت "إِنّما" سے شروع ہوتی ہے، اور متعدد لغت دانوں کے مطابق ــــ قرآن و حدیث کی بنیاد پر ــــ اور علامہ حلی کے مطابق ــــ عقلی دلیل اور لغوی اجتہاد کی بنیاد پر ــــ جب کوئی جملہ "إِنّما" سے شروع ہو، تو اس کا مفہوم کسی چیز کو مخصوص اور محدود کر دینا ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جوہری، ۱۴۰۷ق: ج۵: ۲۰۷۳ــ۲۰۷۴؛ راغب اصفہانی، ۱۴۱۲ق: ص ۹۲؛ فیومی، ۱۴۰۵ق: ج۱: ۲۶ــ۲۷)

بعض اہل لغت نے "إِنّما" کو "إِنّ" (اثبات کے لیے) اور "ما" (نفی کے لیے) کا مرکب قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ چونکہ اجتماعِ نقیضین (اثبات و نفی کا بیک وقت ہونا) محال ہے، اس لیے یہ ترکیب لازماً دو مختلف گروہوں پر دلالت کرتی ہے: ایک کے لیے اثبات اور دوسرے کے لیے نفی۔ یعنی "إِنّ" خدا، رسولؐ اور امیر المؤمنینؑ کی ولایت کو ثابت کرتا ہے، اور "ما" دوسروں کی سرپرستی کو نفی کرتا ہے۔ تاہم یہ رائے صرف ذوقی استنباط پر مبنی ہے، اور اس کے لیے کوئی مضبوط ادبی دلیل موجود نہیں، سوائے اس صورت کے کہ "إِنّما" کے متعدد معانی کا وضعی ثبوت موجود ہو۔ کیونکہ "إِنّما" لغوی اعتبار سے ایک واحد کلمہ ہے، نہ کہ مرکب، جیسا کہ "اَتّبِعُ إِلّا ما یوحی إِلَیّ" میں "إِنْ" نفی اور "إِلّا" اثبات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر آیہٴ ولایت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ ولایت صرف اللہ تعالیٰ، رسول اکرمؐ اور وہ مؤمنین رکھتے ہیں جو حالتِ رکوع میں انفاق کرتے ہیں۔ (الانصاری، ۱۴۱۰ق، ج۱: ۳۹)

لفظ 'ولی' کا قرآنی مفہوم: قیادت اور سرپرستی پر دلالت

آیۂ ولایت میں لفظ "ولی" کا مطلب "سرپرست" اور "رہبر" ہے، نہ کہ صرف "محبت کرنے والا" یا "مددگار"۔ آیت کے آغاز اور اختتام میں ایسے قرائن موجود ہیں جو اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ یہاں "ولایت" سے مراد صرف قیادت اور سرپرستی ہے۔ مثلاً:

۱۔ آیت کا آغاز "إِنّما" سے ہوا ہے، جو عربی زبان میں کسی چیز کو مخصوص اور محدود کرنے کے لیے آتا ہے۔ یہاں ولایت کو صرف تین گروہوں تک محدود کیا گیا ہے: اللہ، رسولؐ، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکات دیتے ہیں۔

۲۔ آیت میں "وَلِیُّکُم" (تمہارا ولی) کا خطاب یک طرفہ ہے، یعنی یہ دو طرفہ محبت یا دوستی نہیں بلکہ ایک طرفہ قیادت اور سرپرستی کا اعلان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ولی (سرپرست) اور مولّیٰ علیہ (جس پر ولایت ہو) دونوں ایک ساتھ امت کی قیادت کے مقام پر نہیں ہوتے، بلکہ ایک رہبر ہوتا ہے اور دوسرا پیروکار۔

مزید وضاحت یہ ہے کہ آیت میں "إِنّما" بغیر کسی اضافی قرینہ کے آیا ہے، جو حقیقی اور مطلق حصر (مخصوصیّت) پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی صرف اللہ، رسولؐ اور مخصوص مؤمنین ہی ولی ہیں۔ چونکہ محبت اور مدد کی ولایت عمومی ہوتی ہے اور اللہ کے ساتھ مخصوص نہیں، اس لیے یہاں "ولایت" سے مراد وہ خاص اور محدود ولایت ہے جو صرف قیادت اور سرپرستی کے معنوں میں آتی ہے۔ قرآن کی ایک اور آیت «وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ» (توبہ: ۷۱) میں "ولایت" کو عام مؤمنین کے درمیان محبت اور مدد کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، جو سب کے لیے ہے اور کسی خاص فرد یا گروہ کے لیے مخصوص نہیں۔ لیکن آیۂ ولایت میں جو مخصوص شرائط دی گئی ہیں—نماز قائم کرنا، حالتِ رکوع میں زکات دینا—اور "إِنّما" کی قید، یہ سب اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ یہاں ولایت عام نہیں بلکہ خاص ہے۔ لہٰذا، آیۂ ولایت میں "ولی" کا مطلب صرف اور صرف قیادت اور سرپرستی ہے، اور یہ مقام اللہ، رسولؐ اور ان مخصوص مؤمنین کے لیے مخصوص ہے جو مذکورہ صفات رکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح آیت «إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ» میں اللہ تعالیٰ کو ولی (سرپرست) قرار دیا گیا ہے اور مخاطبین (یعنی مؤمنین) کو مولّیٰ علیہ (جن پر ولایت ہو) سمجھا گیا ہے، اور اس میں دو طرفہ ولایت کا کوئی تصور نہیں، اسی طرح آیت کے اگلے حصے «وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا---» میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ دوسرے

الفاظ میں، اللہ تعالیٰ جو خود مستقل طور پر ولایت رکھتا ہے، اس نے اپنے رسولؐ اور مخصوص مؤمنین کے لیے بھی ولایت مقرر کی ہے۔ (یعنی اس آیت سے رسول اکرمؐ اور امیر المؤمنینؑ کی ولایت ثابت ہوتی ہے، جبکہ بعد کے ائمہ کی سرپرستی الگ دلائل اور نصوص سے ثابت ہوتی ہے۔) جس طرح اللہ تعالیٰ ولی ہے اور مخاطبین اس کی ولایت کے تحت ہیں، اسی طرح رسول اکرمؐ اور مخصوص مؤمنین بھی سرپرست ہیں اور باقی لوگ ان کے تابع و فرمانبردار۔ اس قسم کی ولایت محبت یا مدد کے معنی میں نہیں ہو سکتی، کیونکہ رسولؐ اور مخصوص مؤمنین میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ صرف انہیں محبت کرنے والا یا مددگار قرار دے۔ لہٰذا، جس طرح اللہ تعالیٰ مخاطبین (یعنی "کُم") میں شامل نہیں، اسی طرح رسولؐ اور مخصوص مؤمنین بھی ان میں شامل نہیں ہیں، بلکہ وہ سب کے ولی اور رہنما ہیں۔ (ملاحظہ ہو: جوادی آملی، ۱۳۸۷ش: ج ۲۳: ۱۱۴–۱۱۶)

اگرچہ اہل سنت کے بہت سے علماء اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آیۂ ولایت امام علیؑ کے شان میں نازل ہوئی ہے، لیکن لفظ "ولی" کے معنی و مفہوم میں اختلاف کی وجہ سے وہ اس آیت سے امامت پر استدلال کو قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے "ولی" کے معنی کو "مددگار" اور "محبت کرنے والا" قرار دے کر اس کے "سرپرست" کے مفہوم کا انکار کیا ہے۔(زمخشری، ۱۴۰۷ق: ج۱: ۶۴۸؛ بیضاوی، ۱۴۱۸ق: ج۲: ۱۳۲؛ تفتازانی، ۱۴۰۱ق: ج۲: ۸۸؛ جرجانی، ۱۳۲۵ش: ج۸: ۳۶۰؛ قوشچی، ندارد: ۳۶۸- ۳۶۹)

اس کے برخلاف، لغت کے ماہرین لفظ "ولی" کے معنی کو "سرپرست" اور "ذمہ دار" کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً ابن منظور نے "ولی" کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: "یتیم کا ولی وہ شخص ہوتا ہے جو اس کے معاملات کا ذمہ دار ہو اور ان کی دیکھ بھال کرے، اور عورت کا ولی وہ ہوتا ہے جو اس کے نکاح کی سرپرستی کرے۔ (ابن منظور، ۱۴۱۴ق: ج ۱۵: ۴۰۷)

فیومی بھی کہتے ہیں: "کسی شخص کا ولی وہ ہوتا ہے جو اس کے امور کی انجام دہی کا ذمہ دار ہو اور سورہ بقرہ کی آیت اللّٰهُ وَلِي الَّذِينَ آمَنُواْ (بقرہ:۲۵۷) اسی مفہوم کی مثال ہے۔(فیومی، ۱۴۰۵ق: ج۲: ۶۷۲)

لہٰذا، لغوی ماہرین کے اقوال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "ولایت" کا اصل مفہوم سرپرستی اور امور کی ذمہ داری ہے، اور اس کے دیگر استعمالات اسی بنیادی معنی کی شاخیں ہیں۔ چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ دوست، ہمسایہ، ہم پیمان، والد، خدا یا رسول ولی ہیں، تو ان سب میں مراد یہی ہوتی ہے کہ وہ متعلقہ امور میں دوسروں پر ترجیح اور قیادت رکھتے ہیں۔

بعض اہل سنت مفسرین (ملاحظہ ہو: فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج۱۲: ۳۸۴) آیۂ ولایت کے اندرونی تجزیے کے بجائے اس سے پہلے اور بعد کی آیات کو بنیاد بنا کر استدلال کرتے ہیں۔ وہ لفظ "ولی" کو سیاق کی روشنی میں محبت اور عمومی مدد کے معنی میں لیتے ہیں، اور آیت «الَّذينَ آمَنوا الَّذينَ يقيمونَ الصَّلوةَ---» کو عام مؤمنین پر محمول کرتے ہیں۔ اس بنا پر وہ آیت کو کسی خاص شخصیت کے بارے میں نہیں سمجھتے، بلکہ "إنّما" کے ذریعے حصر کو یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں مؤمنین کی محبت و نصرت تک محدود قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق، چونکہ آیت «لاتَتَّخِذوا اليهودَ والنَّصرى أَولِياءَ---» میں یہود و نصاریٰ کی ولایت کی نفی کی گئی ہے، تو آیۂ ولایت میں صرف مؤمنین کی دوستی اور مدد پر زور دیا گیا ہے، اور غیر مسلموں سے محبت و تعاون سے روکا گیا ہے۔ لیکن یہ تفسیر درست نہیں، کیونکہ "سیاق" کبھی بھی "سباق" (خود آیت کے اندرونی الفاظ اور ساخت) کے برابر اہمیت اور دلالت نہیں کرتا۔ ایک غیر جانبدار اور تعصب سے پاک ذہن جب اس آیت کو دیکھتا ہے تو اس میں یک طرفہ ولایت کا مفہوم واضح طور پر سامنے آتا ہے، نہ کہ دو طرفہ محبت یا باہمی تعاون۔

آیت «إِنَّما وَلِيكُم---» میں ولایت کا مفہوم قیادت اور سرپرستی ہے، جو یک طرفہ ہے۔ اس کے برعکس، آیت «وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ» میں ولایت کا مفہوم دو طرفہ محبت اور نصرت ہے۔ ان دونوں آیات کے مفہوم میں بنیادی فرق ہے۔ لہٰذا، اہل سنت مفسرین کا یہ استدلال صرف اس صورت میں قابل قبول ہوتا اگر آیۂ ولایت کا مفہوم بھی وہی ہوتا جو سورہ توبہ کی آیت میں بیان ہوا ہے—یعنی عمومی محبت اور مدد۔ لیکن چونکہ آیۂ ولایت میں "ولی" کی دلالت قیادت اور سرپرستی پر ہے، اس لیے یہ تفسیر ناقابل قبول ہے۔

شیعہ نقطہ نظر پر قرآن اور روایت سے دلیل

شیعہ مکتبِ فکر کا نظریہ صرف آیۂ ولایت پر منحصر نہیں بلکہ دیگر قرآنی آیات اور روایات سے بھی تقویت پاتا ہے۔

قرآن

قرآن کریم میں لفظ "ولی" متعدد مقامات پر سرپرست اور رہبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے، لہٰذا اس مفہوم کو مسترد کرنا اور صرف محبت یا مدد کے معنی پر اصرار کرنا درست نہیں۔ مثال کے طور پر، سورہ حدید کی

آیت: «فَالْيَوْمَ لا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَ لا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْواكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلاكُمْ وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ» (حدید: ۱۵) اس آیت میں جہنم کو کافروں کا "مولیٰ" (ولی) کہا گیا ہے۔ یہاں "ولی" کا مطلب ہرگز محبت یا مدد نہیں ہو سکتا، کیونکہ جہنم نہ تو دوست ہے اور نہ مددگار۔ اس مقام پر "ولی" کا مفہوم صرف سزاوار ہونا اور اولویت رکھنا ہی ہو سکتا ہے۔

روایت

رسول اکرمؐ پر صرف وحی نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ آپؐ کو آیات کی تشریح و تبیین کا بھی فریضہ سونپا گیا تھا، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا: «وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ» (نحل: ۴۴) اس سلسلے میں ایک روایت امام باقرؑ سے نقل ہوئی ہے، جسے کلینی نے کتاب "کافی" میں درج کیا ہے: خداوند نے اپنے رسولؐ کو امام علیؑ کی ولایت کا حکم دیا اور آیت نازل فرمائی: «إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا» اللہ تعالیٰ نے "اولی الامر" کی ولایت کو واجب قرار دیا۔ چونکہ لوگ اس ولایت کے مفہوم سے ناواقف تھے، خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ جس طرح آپؐ نماز، زکات، روزہ اور حج کی وضاحت کرتے ہیں، اسی طرح ولایت کی بھی وضاحت کریں۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو رسول اکرمؐ کو خطرہ لاحق ہوا کہ لوگ مخالفت کریں گے اور دین سے پھر جائیں گے، اس لیے آپؐ نے خدا سے رجوع کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: «يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ» (مائدہ: ٦٧) یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ولایتِ امام علیؑ کا اعلان ایک الٰہی فریضہ تھا، جسے رسول اکرمؐ نے خدائی تحفظ کے ساتھ انجام دیا۔

جیسا کہ روایات میں واضح طور پر بیان ہوا ہے، رسول اکرمؐ نے خدا کے حکم سے ولایت کا اعلان فرمایا اور غدیر خم کے دن امام علیؑ کی ولایت کو لوگوں کے سامنے آشکار کیا۔ آپؐ نے حاضرین کو حکم دیا کہ وہ اس پیغام کو غائبین تک پہنچائیں۔ (کلینی، ۱۳۶۵ش: ج۱: ۲۸۹) اسی مضمون کی ایک روایت امام صادقؑ سے عیاشی نے بھی نقل کی ہے۔ (عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج: ۳۳۳)

اہل سنت کی بعض معتبر کتب میں بھی ایسی روایات موجود ہیں جو اس تفسیر کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً طبرانی نے عمار یاسر سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خداؐ نے آیۂ ولایت کے نزول کے بعد اسے

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

تلاوت فرمایا اور اعلان کیا: «من كنت مولاه فعليّ مولاه، اللهمّ والِ من والاه و عادِ من عاداه» (طبرانی، ۱۴۱۵ق: ج ۷: ۱۲۹–۱۳۰)

ایک اور اہم نکتہ جو آیۂ ولایت کی امام علیؑ پر دلالت کے لیے آیت کے متن سے بالاتر ہو کر پیش کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ امام علیؑ کی انگشتری عطا کرنے کا واقعہ مکہ مکرمہ، مسجد الحرام، اور عرفہ کی شب میں سالِ حجۃ الوداع کے دوران پیش آیا۔ اس تاریخی اور مکانی سیاق و سباق کی روشنی میں آیۂ ولایت کا مفہوم صرف قیادت اور سرپرستی ہی ہو سکتا ہے، نہ کہ محبت یا مدد۔

رکوع سے مراد

اس آیت میں "رکوع" سے مراد نماز کا رکوع ہے، نہ کہ عمومی خضوع یا عاجزی۔ کیونکہ شرعی عرف اور قرآنی اصطلاح میں جب "رکوع" کہا جاتا ہے، تو اس سے مراد وہی معروف رکوع ہوتا ہے جو نماز کا ایک رکن ہے۔ اس کے علاوہ، آیت کے شانِ نزول اور امام علیؑ کے حالتِ رکوع میں انگشتری عطا کرنے سے متعلق متعدد روایات بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔

بعض مفسرین نے «وَهُمْ رَاكِعُونَ» کے بارے میں، جو نحوی ترکیب کے حوالے سے "حال" ہے، یہ رائے دی ہے کہ یہاں "رکوع" کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی یعنی خضوع مراد ہے۔ ایسا خضوع جو خدا کی عظمت کے سامنے ہو یا وہ عاجزی جو فقر یا دیگر باطنی کیفیات سے انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو: فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲: ۳۸۲؛ رشید رضا، ۱۹۹۰ء، ج ٦: ۴۴۱–۴۴۲)

لیکن یہ مفسرین اس نکتے سے غافل رہے ہیں کہ سائل کی آواز سننا اور اس کی مدد کرنا، خود کی طرف توجہ نہیں بلکہ خدا کی طرف توجہ ہے۔ امام علیؑ حالتِ نماز میں خود سے غافل تھے، نہ کہ خدا سے اور یہ بات واضح ہے کہ مخلوق سے بیگانگی، دراصل خدا سے بیگانگی ہے۔

مزید وضاحت کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ نماز کے دوران زکات دینا عبادت کے دوران کوئی مباح کام انجام دینا نہیں بلکہ عبادت کے اندر عبادت یعنی دوہری عبادت ہے۔ دوسرے الفاظ میں، وہ امور جو مادی زندگی یا ذاتی مفادات سے متعلق ہوں، وہ عبادت کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہوتے؛ لیکن وہ اعمال جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہوں، وہ عبادت کی روح سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں اور اس کی تاکید کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج ٦: ۹؛ مکارم شیرازی، ۱۳۷۴ش: ج ۴: ۴۲۸)

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

"یؤتونَ الزَّکاۃَ" سے مراد

قرآن کریم میں "صلوٰۃ"، "زکات"، "صدقہ" اور اس جیسے دیگر الفاظ واجب اور مستحب دونوں معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر آیت «الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ---» میں "زکات" سے مراد زکاتِ مستحب بھی ہو سکتی ہے۔

لغت میں "زکات" کا مطلب رشد و نمو ہے (راغب اصفہانی، ۱۴۱۲ق: ۳۸۱) جبکہ شرعی اصطلاح میں زکات اس مال کو کہتے ہیں جو مسلمان اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ لفظ عام ہے اور زکاتِ واجب اور زکاتِ مستحب دونوں کو شامل کرتا ہے۔

قرآن کریم کی بعض مکی اور مدنی آیات میں "زکات" کا استعمال غیر واجب معنوں میں ہوا ہے، جیسے سورہ مزمل کی آیت «آتُوا الزَّكَاةَ---» (مزمل: ۲۰) جو بعثت کے ابتدائی دور میں مکہ میں نازل ہوئی (ملاحظہ ہو: طوسی، ندارد، ج۱۰: ۱۶۰) اس وقت فقہی طور پر واجب زکات (جو مخصوص نو چیزوں پر فرض ہوتی ہے) کا حکم موجود نہیں تھا۔ لہٰذا مکی آیات اور بعض مدنی آیات میں "زکات" کا مطلب تزکیہ نفس یا استحبابی صدقہ ہے۔ صرف وہ مدنی آیات جو زکاتِ واجب کے حکم کے بعد نازل ہوئیں، ان میں "زکات" کبھی واجب کے معنی میں بھی آتی ہے۔ اسی بنیاد پر بعض مفسرین، جیسے فخر رازی، کا یہ اعتراض کہ آیت «يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ» میں زکات واجب مراد ہے اور امام علیؑ چونکہ امیر نہیں تھے، اس لیے وہ واجب زکات کے مکلّف نہیں تھے۔ یہ اعتراض درست نہیں۔ (فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲: ۳۳) فخر رازی امام علیؑ کے فقر کو سورہ دہر کی آیات سے ثابت کرتے ہیں، جہاں آپؑ نے تین دن تک اپنی روٹی فقیر، یتیم اور اسیر کو دے دی، اور اس عظیم عمل پر سورہ دہر نازل ہوئی۔ لیکن وہ اس نکتے سے غافل ہیں کہ ہر فقیر کے صدقہ دینے پر قرآنی آیت نازل نہیں ہوتی، بلکہ امام علیؑ کے روحانی عظمت اور خالص نیت کی وجہ سے آیت نازل ہوئی، جیسا کہ فرمایا گیا: «إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ» (دہر: ۹) لہٰذا یہ کہنا کہ امام علیؑ پر زکات واجب نہیں تھی اور اس لیے آیت ان پر منطبق نہیں ہوتی، ایک غلط اور غیر معتبر اعتراض ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

شانِ نزول

تمام شیعہ علماء، مفسرین اور مورخین جیسے شیخ مفید (۱۴۱۳ق: ص ۱۴۰)، قطب راوندی (۱۴۰۵ق: ج ۱: ۱۱۶)، اور ابن شہر آشوب (۱۳۶۹ش: ج ۲: ۲۹) اس بات پر متفق ہیں کہ آیۂ ولایت امام علیؑ کے بارے میں اور ان کے انگشتری عطا کرنے کے واقعے کے موقع پر نازل ہوئی۔ اسی طرح اہل سنت کے متعدد علماء بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں (امینی، ۱۳۹۷ش: ج ۳: ۱۵۶–۱۶۳؛ مکارم شیرازی، ۱۳۵۲ش: ۷ ۴۴۷–۴۴۸)

ان روایات میں سے ایک روایت جو اس واقعے کو تفصیل سے بیان کرتی ہے (اگرچہ مختلف روایات میں جزئی اختلافات موجود ہیں)، اس کے مطابق ایک دن ایک فقیر مسجد میں داخل ہوا اور لوگوں سے مدد کی درخواست کی، لیکن کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ وہ شخص مایوس ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور لوگوں کی بے توجہی پر اللہ کو گواہ بناتا ہے کہ اس نے ان سے مدد مانگی لیکن کسی نے اس کی فریاد نہ سنی۔ اسی وقت امام علیؑ حالتِ رکوع میں تھے۔ آپؑ نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ فقیر قریب آیا اور آپؑ کی انگلی سے انگشتری نکال لی۔ اس واقعے کے دوران رسول اکرمؐ بھی نماز میں مشغول تھے اور یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف سر اٹھایا اور دعا کی: "اے میرے پروردگار! میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے دعا کی تھی کہ اس کا سینہ کھول دے، اس کے کام آسان کر دے، اس کی زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ اس کی بات سمجھ سکیں، اور اس نے درخواست کی تھی کہ اس کے بھائی ہارونؑ کو اس کا وزیر اور مددگار بنا دے، تاکہ اس کی طاقت میں اضافہ ہو اور وہ اس کے کاموں میں شریک ہو۔ اے پروردگار! میں محمد ہوں، تیرا نبی اور برگزیدہ بندہ۔ میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرے امور کو آسان بنا دے۔ اور میرے خاندان سے علیؑ کو میرا وزیر مقرر فرما تاکہ اس کے ذریعے میری پشت مضبوط اور محکم ہو جائے۔" ابھی رسول خداؐ کی دعا مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت جبرائیلؑ آیۂ ولایت لے کر نازل ہوئے۔ (ثعلبی نیشابوری، ۱۴۲۲ق: ج ۴: ۸۰؛ حاکم حسکانی، ۱۴۲۲ق: ج ۱: ۲۰۹–۲۳۹؛ طبرسی، ۱۳۷۲ش: ج ۳: ۳۲۴–۳۲۵؛ فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲: ۳۸۳)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اہل سنت کی تفسیری کتب میں آیۂ ولایت (سورہ مائدہ، آیت ۵۵) کے بارے میں دیگر تفسیری احتمالات اور مختلف شانِ نزول بھی نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں: آیت حضرت ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔ (ثعلبی نیشابوری، ۱۴۲۲ق: ج ۴: ۸۱؛ فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲:

۳۸۳؛ قرطبیؒ، ۱۳۶۴ش: ج ۶: ۲۲۱) آیت تمام سابقہ اور آئندہ مسلمانوں کے بارے میں ہوئی ہے۔ (بغوی، ۱۴۲۰ق: ج ۲: ۶۴) آیت تمام مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (جصاص، ۱۴۰۵ق: ج ۴: ۱۰۲) لیکن یہ احتمالات، ایک طرف تو صرف مفسرین کی ذاتی اجتہادی آراء ہیں جن کی کوئی معتبر روائی یا تاریخی سند موجود نہیں، اور دوسری طرف محققین نے ان احتمالات کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان پر علمی رد بھی پیش کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج ۶: ۵-۲۵؛ جوادی آملی، ۱۳۸۷ش: ج ۲۳: ۱۲۳-۱۳۶) علاوہ ازیں، یہ احتمالات اس متواتر نقل اور فریقین کے اجماعی روایات کے مقابلے میں کوئی وزن نہیں رکھتے، جن میں آیۂ ولایت کے امام علیؑ کے شان میں نزول کی تصریح موجود ہے۔

آیۂ ولایت کے نزول اور خاتم بخشی کے واقعے کے راویان (شیعہ و سنی منابع میں)

آیۂ ولایت کا شانِ نزول شیعہ اور اہلِ سنت دونوں مکاتبِ فکر کی کتب میں مختلف طریقوں سے نقل ہوا ہے۔ ان روایات میں امام علیؑ کے رکوع کی حالت میں فقیر کو انگشتری دینے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ان صحابہ کرام میں جنہوں نے یہ واقعہ نقل کیا ہے، درج ذیل نام شامل ہیں:

امام علیؑ (حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۲۶؛ شرف الدین موسوی، ۱۴۰۲ق: ص ۲۳۰)، عبداللہ بن عباس (حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۳۲) ابو رافع مدنی (طبرانی، ندارد، ج ۱: ۳۲۰-۳۲۱)، عمار یاسر (سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۳) ابوذر غفاری (حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۳۰)، انس بن مالک (حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۲۵) اور مقداد بن اسود (حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۲۸)

اسی طرح تابعین میں سے بھی کئی افراد نے اس واقعے کو نقل کیا ہے، جن میں شامل ہیں: مسلمہ بن کہیل (سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۳) عتبہ بن ابی حکیم (ابن ابی حاتم، ۱۴۱۹ق: ج ۴: ۱۱۶۲؛ طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۱۰: ۴۲۵) سُدّی (طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۱۰: ۴۲۵) اور مجاہد (جصاص، ۱۴۰۵ق: ج ۴: ۱۰۲؛ طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۱۰: ۴۲۶)

آمدی نے اپنی کتاب غایۃ المرام میں اس موضوع پر اہلِ سنت سے ۲۴ احادیث اور شیعہ منابع سے ۱۹ احادیث نقل کی ہیں، جن میں آیۂ ولایت کے امام علیؑ کے بارے میں نزول کی تصریح موجود ہے۔ (آمدی، ۱۳۹۱ش: ج ۲: ۱۲) علامہ امینی نے اپنی معروف کتاب الغدیر میں اہلِ سنت کے متعدد علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے آیۂ ولایت کے شانِ نزول کو امام علیؑ سے منسوب کیا ہے، اور ان کتابوں اور راویوں کی مکمل فہرست

بھی فراہم کی ہے۔ (الغدیر، امینی، ۱۳۹۷ش: ج ۳: ۱۵۶—۱۶۳؛ ج ۲: ۵۲) آلوسی نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اکثر محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت امام علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (آلوسی، ۱۴۱۵ق: ج ۳: ۳۳۴) اسی طرح سیوطی نے بھی اس حدیث کو متعدد معتبر راویوں سے نقل کیا ہے، جن میں شامل ہیں: عتبہ بن حکیم، مجاہد، خطیب خوارزمی، طبرانی، ابن مردویہ، ابن عباس، عمار یاسر، سلمہ بن کہیل، علی بن ابی طالبؑ اور ابو رافع۔ (سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۳—۲۹۴)

فریقین کی احادیث: سند اور اعتبار کا جائزہ

اہلِ سنت کے ممتاز محدثین نے مختلف ادوار میں آیہٴ ولایت کے نزول سے متعلق روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ان میں شامل ہیں: حافظ عبدالرزاق صنعانی (استادِ امام بخاری) حافظ عبد بن حمید حافظ رزین بن معاویہ، حافظ نسائی (صاحبِ کتاب "السنن") محمد بن جریر طبری، ابن ابی حاتم، ابن عساکر، ابو بکر بن مردویہ، ابوالقاسم طبرانی، خطیب بغدادی، ہیثمی ابن جوزی، محب طبری، سیوطی اور متقی ہندی۔ (ملاحظہ ہو: حسینی میلانی، ۱۳۹۲ش: ص ۱۲—۱۳) آلوسی نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ اکثر محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آیہٴ ولایت امام علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (آلوسی، ۱۴۱۵ق: ج ۳: ۳۳۴)

شیعہ اور سنی دونوں مکاتبِ فکر سے منقول احادیث، جو آیہٴ ولایت کے امام علیؑ کے بارے میں نزول پر دلالت کرتی ہیں، تواتر کے درجے تک پہنچتی ہیں اور یقین بخش ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان احادیث کو محدثین، مفسرین، متکلمین اور فقہاء نے بطور دلیل استعمال کیا ہے۔ یہاں تک کہ فقہاء نے نماز میں "فعلِ کثیر" کے مسئلے اور یہ کہ آیا مستحب صدقہ کو "زکات" کہا جا سکتا ہے یا نہیں، ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (قرطبی، ۱۳۶۴ش: ج ۶: ۲۲۱؛ طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج ۶: ۲۵)

اس واقعے کی شہرت اس حد تک ہے کہ حسان بن ثابت، جو رسول اللہ ﷺ کے معروف شاعر تھے، نے امام علیؑ کی اس فضیلت کو منظوم شکل میں بیان کیا ہے:

أبا حسن تفديك نفسي و مهجتي   و كل بطيء فی الهدی و مسارع

اے ابو الحسن (علیؑ)! میری جان، میرا دل، اور ہر وہ راہرو خواہ وہ ہدایت میں کتنا ہی سست یا تیز ہو، سب آپ پر فدا ہوں

أ يذهب مدحيك المحبر ضائعا   و ما المدح فی جنب الإله بضائع

کیا میری تیری تحسین و ثنا رائیگاں جا سکتی ہے؟ حالانکہ خدا کی بارگاہ میں مدح و ثنا کبھی ضائع نہیں ہوتی

فأنت الذی أعطیت إذ کنت راکعا زکاة فدتك النفس یا خیر راکع

آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے حالتِ رکوع میں زکوۃ دی، میری جان آپ پر قربان ہو، اے بہترین رکوع کرنے والے!

فأنزل فیك اللّٰه خیر ولایة و أثبتها أثنا کتاب الشرائع

پس اللہ نے آپ کے بارے میں بہترین ولایت نازل فرمائی، اور اسے اپنی شریعت کی کتاب میں ثبت کر دیا (طبرسی، ۱۳۷۲ش: ج ۳: ۳۲۵؛آلوسی، ۱۴۱۵ق: ج ۳: ۳۳۴)

سیوطی نے بھی اس حدیث کو متعدد معتبر راویوں سے نقل کیا ہے، جن میں شامل ہیں: عتبہ بن حکیم، مجاہد، خطیب خوارزمی، طبرانی، ابن مردویہ، ابن عباس، عمار یاسر، سلمہ بن کہیل، علی بن ابی طالبؑ اور ابو رافد۔ (سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۳–۲۹۴)

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں ان افراد کی جانب سے اس واقعے پر شک و شبہ یا تضعیف کا اظہار کیا گیا ہے جن میں فخر رازی (فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲: ۳۸۲) ابو ہاشم جبائی (ہمَدانی، ۱۳۸۲ش: ج ۱: ۱۳۷) ابن تیمیہ (ابن تیمیہ حرانی، ۱۴۰۶ق: ج ۷: ۷–۹) ابن کثیر (ابن کثیر، ۱۴۱۹ق: ج ۳: ۱۲۵–۱۲۷) ان تمام افراد کے اعتراضات بے بنیاد اور غیر معتبر ہیں۔

آیۂ ولایت کے نزول کا وقت اور مقام

آیۂ ولایت اور امام علیؑ کی انگشتری عطا کرنے کے واقعے سے متعلق ایک نہایت اہم اور بنیادی مسئلہ، اس آیت کے نزول کا وقت اور مقام ہے۔ یہ موضوع اب تک قرآن کے محققین کی خاص توجہ کا مرکز نہیں بن سکا، اور کسی بھی تحریر میں اس پہلو پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ حالانکہ یہ نکتہ آیۂ ولایت کی درست تفسیر، امام علیؑ کی ولایت و سرپرستی کے اثبات، اور آیۂ تبلیغ میں مذکور "ما أُنزل إلیك" (جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا) کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک بہت مضبوط دلیل فراہم کرتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آیۂ ولایت مکہ مکرمہ میں، مسجد الحرام میں، اور شبِ عرفہ کے موقع پر نازل ہوئی، تو اس سے دو اہم نتائج حاصل ہوتے ہیں: آیت میں "ولی" کا مفہوم صرف سرپرستی اور قیادت تک محدود ہو جاتا ہے، نہ کہ عام دوستی یا مدد۔ آیۂ تبلیغ

(سورہ مائدہ، آیت ٦٧) میں "ما أُنزل إليك" سے مراد آیۂ ولایت ہی قرار پاتی ہے، جسے رسول اکرم ﷺ نے غدیر خم میں لوگوں تک پہنچایا۔

شیخ مفید نے اپنی کتاب مسار الشیعہ اور ابن طاووس نے اقبال الاعمال میں اس واقعے کو ۲۴ ذی الحجہ کے دن کا واقعہ قرار دیا ہے۔ (مفید، ۱۴۰۶ق: ص ۴۱؛ ابن طاووس، ۱۳۷٦ش: ج ۲: ۳۷۰) تاہم تحقیقی نقطۂ نظر سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آیۂ ولایت مکہ مکرمہ میں، حجۃ الوداع کے ایام میں نازل ہوئی تھی، جب رسول اکرم ﷺ آخری حج کے موقع پر موجود تھے۔ شیعہ و سنی روایات کو باہم ملا کر جب اس موضوع کا تجزیہ کیا جائے، تو مجموعی طور پر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آیۂ ولایت کا نزول حجۃ الوداع کے دوران، مسجد الحرام میں، شبِ عرفہ کو ہوا تھا۔

آیت اکمال دین کے زمانہ نزول کے بارے میں کلینی نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے:
«أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ رَسُولَهُ بِوَلَايَةِ عَلِي وَ أَنْزَلَ عَلَيهِ- إِنَّما وَلِيكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ فَرَضَ وَلَايةَ أُولِي الْأَمْرِ فَلَمْ يدْرُوا مَا هِي فَأَمَرَ اللَّهُ مُحَمَّداً ص أَنْ يفَسِّرَ لَهُمُ الْوَلَايةَ كَمَا فَسَّرَ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَ الزَّكَاةَ وَ الصَّوْمَ وَ الْحَجَّ فَلَمَّا أَتَاهُ ذَلِكَ مِنَ اللَّهِ ضَاقَ بِذَلِكَ صَدْرُ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ تَخَوَّفَ أَنْ يرْتَدُّوا عَنْ دِينِهِمْ وَ أَنْ يكَذِّبُوهُ فَضَاقَ صَدْرُهُ وَ رَاجَعَ رَبَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيهِ- يا أَيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيكَ مِنْ رَبِّكَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَ اللَّهُ يعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فَصَدَعَ بِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ فَقَامَ بِوَلَايةِ عَلِي (ع) يوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ...» (کلینی، ۱۳٦۵ش: ج۱: ۲۸۹) اللہ عزّ و جلّ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو امام علیؑ کی ولایت کا حکم دیا اور ان پر یہ آیت نازل فرمائی: "تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی ولایت کو واجب قرار دیا، لیکن لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ ولایت سے مراد کیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم دیا کہ جس طرح آپ نے نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کی وضاحت کی ہے، اسی طرح ولایت کی بھی وضاحت کریں۔ جب یہ حکم اللہ کی طرف سے رسول اللہ (ص) کو پہنچا، تو آپ کا سینہ اس سے

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

تنگ ہو گیا اور آپ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں لوگ اپنے دین سے پھر نہ جائیں اور کہیں آپ کو جھٹلا نہ دیں۔اس وجہ سے آپ کا سینہ مزید تنگ ہو گیا اور آپ نے اپنے رب عزّ و جلّ سے رجوع کیا۔

تب اللہ عزّ و جلّ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: "اے رسول! پہنچا دو وہ (پیغام) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا، اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔" پس رسول اللہ (ص) نے اللہ کے حکم کی اعلانیہ اطاعت کی اور غدیرِ خم کے دن امام علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا۔

اس روایت سے دو بنیادی نکات واضح ہوتے ہیں: الف) آیہٴ ولایت «إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ۔۔۔» کا نزول واقعہٴ غدیر خم سے پہلے اور آیہٴ تبلیغ کے نزول سے بھی پہلے ہوا ہے۔ یعنی سورہ مائدہ کی آیت «بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ» میں جو حکمِ تبلیغ دیا گیا، وہ کسی پہلے سے نازل شدہ مضمون کو لوگوں تک پہنچانے کا حکم تھا اور وہ مضمون آیہٴ ولایت ہی تھا۔ اسی مفہوم یعنی آیہٴ ولایت کا غدیر سے پہلے نازل ہونا اس روایت سے بھی سمجھا جا سکتا ہے جو حمیری نے اپنی کتاب قرب الاسناد میں نقل کی ہے۔ «قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْوَلَايَةِ، أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِالدَّوْحَاتِ فِي غَدِيرِ خُمٍّ فَقُمِمْنَ، ثُمَّ نُودِيَ: الصَّلَاةَ جَامِعَةً، ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاه...» (حمیری قمی، ندارد: ۵۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ آیتِ ولایت نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرِ خم میں درختوں کے نیچے قیام کا حکم دیا۔ ہم وہاں ٹھہر گئے۔ پھر اعلان کیا گیا: "نماز کے لیے سب جمع ہو جائیں!" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں، علی اس کے مولا ہیں۔"

ب) اس روایت سے دوسرا اہم نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو غدیر خم سے پہلے ہی ایک ایسا حکم دیا گیا تھا جس نے آپؐ کے سینے کو تنگ کر دیا تھا۔ یعنی وہ تبلیغی ذمہ داری جس کا ذکر آیہٴ تبلیغ «بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ» میں ہوا ہے، دراصل ایک پہلے سے نازل شدہ حکم تھا جسے اعلان کرنے کی ہدایت دی گئی تھی، اور یہی حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے باعثِ اضطراب و پریشانی بنا۔ عیاشی نے بھی اسی مطلب کو نقل کیا ہے:

عَنْ أَحَدِهِمَا (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ)، قَالَ: «إِنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ_آیة الولایة_: إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا شَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) وَ خَشِيَ أَنْ يُكَذِّبَهُ قُرَيْشٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: (يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ) الآيَةَ، فَقَامَ بِذَلِكَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ»۔(عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج ۱: ۳۲۸؛ بحرانی، ۱۴۱۶ق: ج۲: ۳۲۲) حضرت امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ (علیہم السلام) سے روایت ہے کہ جب آیتِ ولایت نازل ہوئی: "تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں" تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گراں گزری اور آپ کو خوف لاحق ہوا کہ قریش آپ کو جھٹلا دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اے رسول! پہنچا دو وہ (پیغام) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے..." چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرِ خم کے دن اس حکم پر عمل کرتے ہوئے امام علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا۔

چونکہ رسول اکرم ﷺ اللہ کے حکم کو زیادہ دیر تک مؤخر نہیں کر سکتے، اور یہ کیفیت کہ آپؐ کا سینہ تنگ ہو جائے، بھی زیادہ وقت تک برقرار نہیں رہ سکتی، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس تبلیغی حکم کا اعلان واقعۂ غدیر کے بہت قریب، یعنی حجۃ الوداع کے اختتام پر ہوا۔ تاہم، ان روایات سے یہ بات واضح طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ آیۂ ولایت کا دقیق وقتِ نزول غدیر سے پہلے کب تھا۔ البتہ عیاشی کی ایک اور روایت اس ابہام کو دور کرتی ہے اور نزولِ آیۂ ولایت کے وقت کے بارے میں مزید وضاحت فراہم کرتی ہے۔ عیاشی زید بن ارقم سے مروی ایک روایت میں واقعہ غدیر کی کیفیت نقل کرتے ہیں: «أن جبرئیل الروح الأمین نزل علی رسول الله (ص) بولایة علی بن أبی طالب (ع) فدعا قوما أنا فیهم فاستشارهم فی ذلك- لیقوم به فی الموسم فلم ندر ما نقول [له]، و بکی (ص) فقال له جبرئیل ما لك یا محمد أ جزعت من أمر الله فقال: کلا یا جبرئیل و لکن قد علم ربی ما لقیت من قریش إذ لم یقروا لی بالرسالة حتی أمرنی بجهادی- و أهبط إلی جنودا من السماء فنصرونی- فکیف یقروا لی لعلی من بعدی۔ فانصرف عنه جبرئیل ثم نزل علیه: «فَلَعَلَّكَ تارِكٌ بَعْضَ ما یوحی إِلَيكَ وَ

ضائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ» فلما نزلنا الجحفة راجعين و ضربنا أخبيتنا نزل جبرئيل (ع) بهذه الآية: «يا أَيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيكَ مِنْ رَبِّكَ- وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ- وَ اللَّهُ يعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ» فبينا نحن كذلك إذ سمعنا رسول الله (ص) و هو ينادي: أيها الناس أجيبوا داعى الله أنا رسول الله ـــأيها الناس إنه نزل على عشية عرفة أمر ضقت به ذرعا مخافة تكذيب أهل الإفك- حتى جاءنى فى هذا الموضع وعيد من ربى- إن لم أفعل، إلا و إنى غير هائب لقوم و لا محاب لقرابتي- أيها الناس، من أولى بكم من أنفسكم؟» قالوا: الله و رسوله، قال: «اللهم اشهد، و أنت- يا جبرئيل- فاشهد» حتى قالها ثلاثا- ثم أخذ بيد على بن أبى طالب (ع) فرفعه إليه، ثم قال: «اللهم من كنت مولاه فعلى مولاه... الحديث». (عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج ۲: ۹۸؛ بحرانی، ۱۴۱۶ق: ج ۲: ۸۱۸) جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امام علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کا حکم لے کر نازل ہوئے۔ رسول اللہ (ص) نے ایک جماعت کو بلایا، جن میں راوی بھی شامل تھے، اور ان سے مشورہ کیا کہ اس حکم کو حج کے موسم میں کیسے بیان کیا جائے۔ ہم اس بارے میں کچھ نہ کہہ سکے، اور رسول اللہ (ص) رو پڑے۔ جبریلؑ نے عرض کیا: "اے محمد! آپ کو اللہ کے حکم سے پریشانی کیوں ہے؟" رسول اللہ (ص) نے فرمایا: "نہیں، اے جبریل! لیکن میرے رب کو معلوم ہے کہ مجھے قریش سے کیا کچھ سہنا پڑا، انہوں نے میری رسالت کو تسلیم نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے ان سے جہاد کا حکم دیا اور آسمان سے لشکر نازل کیے جنہوں نے میری مدد کی۔ تو اب علیؑ کی ولایت کو میرے بعد کیسے تسلیم کریں گے؟ جبریلؑ واپس چلے گئے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: "شاید آپ اس وحی کے کچھ حصے کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں، اور اس سے آپ کا سینہ تنگ ہو رہا ہے..."

جب ہم جحفہ پہنچے اور اپنے خیمے نصب کیے، تو جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے: "اے رسول! پہنچا دو وہ (پیغام) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا، اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔" اسی حالت میں ہم تھے کہ ہم نے رسول اللہ (ص) کو سنا، وہ اعلان فرما رہے تھے: "اے لوگو! اللہ کے بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہو، میں اللہ کا رسول ہوں..." پھر فرمایا: "اے

لوگو! عرفہ کی شام مجھ پر ایک حکم نازل ہوا، جس سے مجھے تنگی محسوس ہوئی، کیونکہ مجھے اہلِ افک (جھوٹے الزام لگانے والوں) کی طرف سے تکذیب کا خوف تھا، یہاں تک کہ اسی مقام پر میرے رب کی طرف سے مجھے سخت تنبیہ کی گئی کہ اگر میں نے یہ حکم نہ پہنچایا تو... اب میں کسی قوم سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اپنے رشتہ داروں کی رعایت کرتا ہوں۔" پھر فرمایا: "اے لوگو! تمہارے نفسوں پر سب سے زیادہ اختیار کس کا ہے؟" لوگوں نے کہا: "اللہ اور اس کے رسول کا۔"رسول اللہ (ص) نے فرمایا: "اے اللہ! گواہ رہ، اور اے جبریل! تم بھی گواہ رہو۔" یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر آپ نے علی بن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑا اور بلند کیا اور فرمایا: "اے اللہ! جس کا میں مولا ہوں، علی اس کے مولا ہیں..."

کتاب کافی کی روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام علیؑ کی ولایت کا اعلان ایک ایسا امر تھا جس کی تبلیغ نے رسول اکرم ﷺ کے سینے کو تنگ کر دیا تھا۔ اسی مضمون کی تائید روایاتِ حمیری اور عیاشی بھی کرتی ہیں۔

عیاشی کی دوسری روایت دو اہم نکات پر روشنی ڈالتی ہے: رسول اکرم ﷺ کے سینے کی تنگی کی اصل وجہ یہ تھی کہ اہلِ افک (جھوٹے الزام لگانے والے)، داخلی منافقین اور قریش اس اعلان کو جھٹلانے والے تھے۔ وہ الٰہی حکم جس نے رسول اللہ ﷺ کے سینے کو تنگ کیا، یعنی امام علیؑ کی ولایت کا اعلان، غدیر کے دن سے پہلے اور واضح طور پر شبِ عرفہ کو نازل ہوا تھا۔ ان روایات کو باہم ملا کر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ آیۂ ولایت کا نزول بھی آیۂ اکمال کی طرح شبِ عرفہ کو ہوا تھا۔ اس کے علاوہ امام بخاری نے خلیفہ دوم سے ایک روایت نقل کی ہے، جو اگرچہ آیۂ ولایت کے وقت اور مقامِ نزول کو صراحت سے بیان نہیں کرتی، لیکن قرآن کے محققین کی آراء کے مطابق، سورہ مائدہ (جس میں آیۂ ولایت شامل ہے) ایامِ حجۃالوداع میں نازل ہوئی تھی۔ یہ بات آیۂ ولایت کے نزول کے زمانی دائرے کو سمجھنے میں ایک مضبوط قرینہ فراہم کرتی ہے۔ محققین اور مفسرین جنہوں نے سورہ مائدہ کو حجۃالوداع کے ایام میں نازل شدہ قرار دیا ہے، ان میں شامل ہیں: عیاشی (عیاشی، ۱۳۸۰ق: ج۱: ۳۶۰)؛ واحدی (واحدی ۱۳۸۳ش: ۱۹۲، ۲۰۴)، قرطبیؒ (قرطبیؒ، ۱۳۶۴ش: ج۶: ۳)، سیوطی (سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج۳: ۱۱۷)، آلوسی (آلوسی، ۱۴۱۵ق: ج۶: ۱۷)، رشید رضا (رشید رضا، ۱۹۹۰ء، ج۶: ۹۵)، طباطبائی (۱۴۱۷ق: ج۵: ۲۰۲)

«عن عمر بن الخطاب أن رجلا من اليهود قال له يا أمير المؤمنين آية في كتابكم تقرؤونها لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذلك اليوم عيدا۔ قال أي آية؟ قال اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔ قال عمر قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذي نزلت فيه على النبي صلى الله عليه وسلم وهو قائم بعرفة يوم جمعة»-(بخاری، ۱۴۰۱ق: ج ۱: ۱۶) حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ ایک یہودی شخص نے حضرت عمر سے کہا: "اے امیرالمؤمنین! آپ کی کتاب (قرآن) میں ایک ایسی آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی، تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔" حضرت عمر نے فرمایا: "کون سی آیت؟" اس نے کہا: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔" حضرت عمر نے جواب دیا: "ہم اس دن اور اس مقام کو بخوبی جانتے ہیں جس دن یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ وہ دن جمعہ کا تھا اور آپ ﷺ عرفات میں کھڑے تھے۔"

یہ روایت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ آیۂ اکمال روزِ عرفہ کو نازل ہوئی تھی۔ اس بنیاد پر یہ حدیث دو پہلوؤں سے اس مقالے کے دعوے کی تائید کرتی ہے: اول: چونکہ دین کی تکمیل اور نعمت کے اتمام کا تعلق امام علیؑ کی ولایت سے ہے، تو خدائے حکیم پر لازم تھا کہ اس دن سے پہلے رسول اکرم ﷺ کو اس حقیقت سے آگاہ کر دے، تاکہ وہ روزِ عرفہ کو نعمت کے مکمل ہونے کا رسمی اعلان کر سکیں۔ لہٰذا، آیۂ ولایت بھی اسی درجے اور اسی وقت میں نازل ہوئی ہوگی، یعنی آیۂ اکمال کے ساتھ یا اس کے قریب۔

دوم: اگر سورہ مائدہ کی تیسری آیت (آیۂ اکمال) روزِ عرفہ کو نازل ہوئی ہو، اور آیۂ تبلیغ (آیت ۶۷) اسی رکوع میں شامل نہ ہو، تو پھر بھی شیعہ مفسرین جیسے: عیاشی (۱۳۸۰ق: ج ۱: ۳۳۳؛ ابن طاووس ۱۳۶۷ق: ج ۲: ۲۵۵ اور اہل سنت مفسرین جیسے: ابن ابی حاتم (۱۴۱۹ق: ج ۴: ۱۱۷۲؛ واحدی، ۱۳۸۳ش: ص ۲۰۲؛ حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۵۲؛ ج ۲: ۳۹۱؛ سیوطی (۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۸) کی تصریحات کے مطابق، آیۂ تبلیغ غدیر سے کچھ دن پہلے نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا، چونکہ سورہ مائدہ تدریجی طور پر نازل ہوئی (یعنی ایک ہی وقت میں مکمل نہیں ہوئی)، تو اس بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آیۂ ولایت کا نزول عرفہ اور غدیر کے درمیانی ایام میں ہوا تھا۔

ان روایات کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آیۂ ولایت کا نزول عرفہ کے قریب یا عرفہ اور ۱۸ ذی الحجہ (یومِ غدیر) کے درمیانی وقت میں ہوا ہے، اور اس سے باہر کسی وقت میں اس آیت کا نزول درست نہیں ہو سکتا۔ اسی بنیاد پر شیخ مفید اور ابن طاووس کی یہ رائے کہ واقعۂ خاتم بخشی اور آیۂ ولایت کا نزول ۲۴ ذی الحجہ کو ہوا، درست نہیں معلوم ہوتی۔ (مفید، ۱۴۰۶ق: ص ۲۳؛ ابن طاووس، ۱۳۷۶ش: ج ۲: ۳۱۰)۔ اس قول کی دو بنیادی وجوہات سے تردید ہوتی ہے:

یہ قول ان روایات سے متعارض ہے جن کے مطابق آیۂ ولایت، آیۂ تبلیغ سے پہلے نازل ہوئی، اور آیۂ تبلیغ کے نزول کے بعد، ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم میں امام علیؑ کی ولایت کا رسمی اعلان کیا گیا۔

اس قول میں تاریخی تضاد بھی ہے، کیونکہ اگر یہ واقعہ عرفہ اور غدیر کے درمیانی ایام میں نہ ہو، تو نہ یہ اس سے پہلے ہو سکتا ہے اور نہ اس کے بعد۔ غدیر کے بعد بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ۲۴ ذی الحجہ کو رسول اکرم ﷺ مدینہ واپسی کے سفر میں تھے، اور اس کے بعد آپؐ نے وفات پائی۔ حجۃ الوداع سے پہلے بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ سورہ مائدہ (جس میں آیۂ ولایت شامل ہے) تمام قرآن محققین کے مطابق حجۃ الوداع کے دوران نازل ہوئی۔

اس بات پر درج ذیل مفسرین اور محققین کا اتفاق ہے: قرطبی (۱۳۶۴ش: ج ۶: ۳۰؛ سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۵۲؛ طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج ۵: ۱۵۷) اسی طرح، ان روایات کی روشنی میں ان افراد کا نظریہ بھی درست نہیں ہے جنہوں نے واقعۂ خاتم بخشی اور آیۂ ولایت کے نزول کو مدینہ اور مسجد النبی ﷺ سے منسوب کیا ہے۔

اس نظریے کی نادرستی، شیعہ و سنی تفسیری اور روائی کتب میں آیۂ ولایت کے بارے میں کی گئی تفصیلی تحقیق سے واضح ہو جاتی ہے۔ روایاتِ فریقین (شیعہ و سنی) کو اس موضوع پر چند اہم اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جن کی بنیاد پر آیۂ ولایت کے نزول کا وقت اور مقام بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

اس موضوع کے بارے میں موجود فریقین کی روایات کو چند اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف) شیعہ روایات

امام علیؑ کی انگشتری عطا کرنے (خاتم بخشی) اور آیۂ ولایت کے نزول کے بیان میں، شیعہ کتب نے اہل بیت علیہم السلام سے منقول روایات: صحابہ کرام سے نقل شدہ روایات، اور اہل سنت کی کتابوں سے ماخوذ

روایات کو ذکر کیا ہے۔ اس حصے میں صرف ان روایات پر توجہ دی جارہی ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں۔ یہ چند اقسام پر مشتمل ہیں:

1۔ وہ روایات جو امام علیؑ کی خاتم بخشی کی فضیلت کو بیان کرتی ہیں، لیکن واقعے کے وقت اور مقام کا کوئی ذکر نہیں

یہ ان روایات پر مشتمل ہے جو امام علیؑ کے انگوٹھی دینے کے عمل کو ایک فضیلت اور شانِ نزول کے طور پر پیش کرتی ہیں، لیکن ان میں زمان و مکان کی وضاحت موجود نہیں ہوتی۔ (تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ، ۱۴۰۹ق: ۴۶۳؛ عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج۱: ۳۲۷؛ کلینی، ۱۳۶۵ش: ج۱: ۲۸۹ اور ۴۲۸، ابن شہر آشوب، ۱۳۷۹ش: ج ۳: ۴)

نمونے کے طور پر خلیفہ دوم کی طرف سے تشکیل پانے والے شوری میں امام علی علیہ السلام نے حاضرین سے اعتراف کروایا تھا کہ «قَالَ: فَهَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ آتَى الزَّكَاةَ وَ هُوَ رَاكِعٌ وَ نَزَلَتْ فِيهِ «إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ» غَيْرِي قَالُوا: لَا»۔ (طوسی، ۱۴۱۴ق: ۵۴۹؛ دیلمی، ۱۴۱۲ق: ج ۲: ۲۶۰) راوی کہتے ہیں کہ (امام علیؑ نے فرمایا): "کیا تم میں میرے سوا کوئی ایسا ہے جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی ہو، اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو: تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں؟" لوگوں نے جواب دیا: "نہیں"

۲۔ امام علیؑ کی خاتم بخشی کی فضیلت کے بیان پر مشتمل روایات جن میں "المسجد" کا ذکر ہے

اس قسم کی روایات میں امام علیؑ کے انگشتری عطا کرنے (خاتم بخشی) کے واقعے کو مسجد میں پیش آنے والا واقعہ قرار دیا گیا ہے۔ تاہم ان روایات میں مسجد کی وضاحت نہیں کی گئی کہ اس سے مراد مسجد الحرام ہے یا مسجد النبی ﷺ۔ یعنی مقامِ وقوع واضح نہیں، اور دونوں احتمالات موجود ہیں۔ مثال کے طور پر: عیاشی، علی بن ابراہیم، اور شیخ صدوق نے امام محمد باقرؑ سے روایت نقل کی ہے کہ: عبد اللہ بن سلام اور چند نو مسلم یہودی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنے بعد وصی مقرر فرمایا تھا، آپ بھی ہمیں اپنا وصی دکھا دیں۔ اسی وقت آیۂ ولایت نازل ہوئی۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: «قُومُوا فَقَامُوا فَأَتَوُا الْمَسْجِدَ فَإِذَا سَائِلٌ خَارِجٌ فَقَالَ يا سَائِلُ أَ مَا أَعْطَاكَ

أَحَدٌ شَيئاً قَالَ نَعَمْ هَذَا الْخَاتَمَ قَالَ مَنْ أَعْطَاكَهُ قَالَ أَعْطَانِيهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ الَّذِی يصَلِّی قَالَ عَلَی أَی حَالٍ أَعْطَاكَ قَالَ كَانَ رَاكِعاً فَكَبَّرَ النَّبِی ص وَ كَبَّرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِی (ص) عَلِی بْنُ أَبِی طَالِبٍ وَلِيكُمْ بَعْدِی قَالُوا رَضِينَا بِاللَّهِ رَبّاً وَ بِالْإِسْلَامِ دِيناً وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِياً وَ بِعَلِی بْنِ أَبِی طَالِبٍ وَلِياً»۔(قمی، ۱۳۶۷ش: ج ۱: ۱۷۰؛ عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج۱: ۳۲۸؛ صدوق، ۱۴۰۴ق: ۱۲۴)

(راوی بیان کرتے ہیں:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اٹھو!" پس سب اٹھے اور مسجد میں آئے۔ وہاں ایک سائل (مانگنے والا) مسجد کے باہر موجود تھا۔ رسول اللہ (ص) نے اس سے پوچھا: "اے سائل! کیا کسی نے تمہیں کچھ دیا؟" سائل نے جواب دیا: "جی ہاں، یہ انگوٹھی۔" رسول اللہ (ص) نے پوچھا: "کس نے تمہیں دی؟" سائل نے کہا: "اس شخص نے جو نماز پڑھ رہا ہے۔" رسول اللہ (ص) نے پوچھا: "کس حالت میں اس نے تمہیں دی؟" سائل نے کہا: "وہ رکوع کی حالت میں تھا۔" یہ سن کر رسول اللہ (ص) نے تکبیر کہی اور مسجد کے تمام لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ پھر رسول اللہ (ص) نے فرمایا: "علی بن ابی طالبؑ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔" لوگوں نے کہا: "ہم راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے، محمد ﷺ ہمارے نبی ہیں، اور علی بن ابی طالبؑ ہمارے ولی ہیں۔"

اس عبارت میں فقط لفظ مسجد آیا ہے لیکن یہ مشخص نہیں کیا گیا ہے کہ کونسی مسجد میں واقعہ پیش آیا تھا۔

شیخ صدوق نے امام علی علیہ السلام کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں کو معین نہیں کیا گیا ہے۔ «عَنْ عَلِی--- فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ وَ أَنَا رَاكِعٌ فَنَاوَلْتُهُ خَاتَمِي مِنْ إِصْبَعِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَی فِيَّ (إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُون)»۔ (صدوق، ۱۴۰۳ق: ج ۲: ۵۸۰؛ مجلسی، ۱۴۰۳ق: ج ۳۱: ۴۴۵)

حضرت علیؑ نے فرمایا: "میں مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک سائل آیا اور سوال کیا۔ میں حالتِ رکوع میں تھا، تو میں نے اپنی انگلی سے اپنی انگوٹھی نکال کر اسے دے دی۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

۳۔ آیت کا مکہ میں نزول اور مسجد الحرام میں انگوٹھی عطا کرنا

بعض روایات کے مطابق مسجد الحرام میں یہ واقعہ پیش آیا چنانچہ سید ابن طاوؤس نے حذیفہ سے نقل کیا ہے: «قَدْ كَانَ النَّبِی (ص) بَعَثَ عَلِياً (ع) إِلَى الْيمَنِ فَوَافَى مَكَّةَ وَ نَحْنُ مَعَ الرَّسُولِ ثُمَّ تَوَجَّهَ عَلی (ع) يوْماً نَحْوَ الْكَعْبَةِ يصَلِّی فَلَمَّا رَكَعَ أَتَاهُ سَائِلٌ فَتَصَدَّقَ عَلَيهِ بِحَلْقَةِ خَاتَمِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِنَّما وَلِيكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ) فَكَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ وَ قَرَأَهُ عَلَينَا ثُمَّ قَالَ النَّبِی قُومُوا نَطْلُبْ هَذِهِ الصِّفَةَ الَّتِی وَصَفَ اللَّهُ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ الْمَسْجِدَ اسْتَقْبَلَهُ سَائِلٌ فَقَالَ مِنْ أَينَ جِئْتَ فَقَالَ مِنْ عِنْدِ هَذَا الْمُصَلِّی تَصَدَّقَ عَلَی بِهَذِهِ الْحَلْقَةِ وَ هُوَ رَاكِعٌ فَكَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ مَضَی نَحْوَ عَلِی فَقَالَ يا عَلِی مَا أَحْدَثْتَ الْيوْمَ مِنْ خَيرٍ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْهُ إِلَى السَّائِلِ فَكَبَّرَ ثَالِثَةً»۔(ابن طاووس، ۱۳۷۶ش: ج۱: ۴۵۴؛ مجلسی، ۱۴۰۳ق: ج ۳۷: ۱۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یمن کی طرف بھیجا تھا۔ جب حضرت علیؑ مکہ پہنچے، تو ہم رسول اللہ (ص) کے ساتھ تھے۔ ایک دن حضرت علیؑ کعبہ کی طرف نماز کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپؑ رکوع کی حالت میں تھے، تو ایک سائل آیا اور حضرت علیؑ نے اپنی انگوٹھی کی حلقہ (پھندا) صدقہ میں دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔" رسول اللہ (ص) نے تکبیر کہی اور یہ آیت ہمیں سنائی۔ پھر فرمایا: "اٹھو! ہم اس موصوف کو تلاش کریں جس کے ساتھ اللہ نے کسی کو وصف کیا ہے۔" جب رسول اللہ (ص) مسجد میں داخل ہوئے، تو ایک سائل سامنے آیا۔ رسول اللہ (ص) نے اس سے پوچھا: "کہاں سے آئے ہو؟" اس نے کہا: "اس نمازی کے پاس سے، اس نے مجھے یہ حلقہ صدقہ میں دیا، جب وہ رکوع میں تھا۔" رسول اللہ (ص) نے دوبارہ تکبیر کہی اور حضرت علیؑ کی طرف بڑھے اور فرمایا: "اے علی! آج تم نے کیا نیکی کی؟" حضرت علیؑ نے سائل کے ساتھ پیش آئے واقعے کی تفصیل بیان کی۔ رسول اللہ (ص) نے تیسری بار تکبیر کہی۔

اس روایت میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ انگوٹھی بخشنے کا واقعہ مسجد الحرام میں پیش آیا۔ اس آیت کے مکہ میں نازل ہونے پر دوسری روایات بھی دلالت کرتی ہیں۔ مثال کے طور عیاشی روایت کرتے ہیں: عَنْ أَحَدِهِمَا (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ)، قَالَ: «إِنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا) شَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّبِيِّ (ص) وَ خَشِيَ أَنْ يُكَذِّبَهُ قُرَيْشٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: (يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الآيَةَ، فَقَامَ بِذَلِكَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ»۔ (عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج۱: ۳۲۸؛ بحرانی، ۱۴۱۶ق: ج۲: ۳۲۲) حضرت امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ (علیہم السلام) سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں" تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گراں گزری اور آپ کو خوف لاحق ہوا کہ قریش آپ کو جھٹلا دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اے رسول! پہنچا دو وہ (پیغام) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے..." چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرِ خم کے دن اس حکم پر عمل کرتے ہوئے امام علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا۔

یہ روایت دو پہلوؤں سے اشارۃً اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ آیۂ ولایت، جو امام علیؑ کی انگشتری عطا کرنے کے بعد نازل ہوئی، مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی: الف) چونکہ یہ بات یقینی ہے کہ واقعۂ غدیر خم رسول اکرم ﷺ کی حجۃ الوداع کے بعد مکہ سے واپسی کے دوران پیش آیا، اور اس روایت کے مطابق آیۂ ولایت غدیر سے پہلے نازل ہوئی، تو اس بنیاد پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آیۂ ولایت کا نزول بھی مکہ میں ہوا ہوگا۔

ب) اس روایت کے مطابق رسول اکرم ﷺ کے سینے کی تنگی کی وجہ قریش کی مخالفت کا خوف ہے، جو اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ آیۂ ولایت مکہ کے ماحول میں نازل ہوئی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں قریش کی مخالفت کا کوئی خوف نہیں تھا، بلکہ یہ خوف اور دباؤ صرف مکہ کے ماحول میں موجود تھا۔

۴۔ وہ روایات جو آیۂ ولایت کے مدینہ یا مسجد النبی ﷺ میں نزول کی طرف اشارہ کرتی ہیں

اس قسم کی روایات کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ ان احادیث کا ظاہری مفہوم یہ تاثر دیتا ہے کہ آیۂ ولایت اور امام علیؑ کی خاتم بخشی کا واقعہ مدینہ یا مسجد النبی ﷺ میں پیش آیا تاہم جب ان روایات کا باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا یہ ظاہری مفہوم درست نہیں ہے اور ان میں مدینہ یا مسجد النبی

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

ﷺ میں نزول کی قطعی تصریح موجود نہیں۔ یعنی ان روایات کا ظاہری تاثر نزولِ آیہ ولایت کو مدینہ سے جوڑتا ہے، لیکن تفصیلی تجزیہ اس تاثر کی تردید کرتا ہے۔

ا۔ «حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ (ع)، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَها) (نحل: ۸۳) قَالَ: «لَمَّا نَزَلَتْ (إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ) اجْتَمَعَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ (ص) فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: مَا تَقُولُونَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ كَفَرْنَا بِهَذِهِ الْآيَةِ نَكْفُرُ بِسَائِرِهَا، وَ إِنْ آمَنَّا فَهَذَا ذُلٌّ، حِينَ يُسَلَّطُ عَلَيْنَا ابْنُ أَبِي طَالِبٍ۔

فَقَالُوا: قَدْ عَلِمْنَا أَنَّ مُحَمَّداً صَادِقٌ فِيمَا يَقُولُ، وَ لَكِنْ نَتَوَلَّاهُ، وَ لَنْ نُطِيعَ عَلِيّاً فِيمَا أَمَرَنَا- قَالَ- فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَها) يَعْنِي يَعْرِفُونَ وَلَايَةَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (ع)، وَ أَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ بِالْوَلَايَةِ»۔ **(کلینی، ۱۳۶۵ش: ج ۱: ۴۲۷)** حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد اور دادا (علیہم السلام) سے روایت کی کہ اللہ عزّ و جلّ کے اس فرمان: "وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں" (نحل: ۸۳) کے بارے میں فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: "تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں" (سورہ مائدہ: آیت ۵۵) تو رسول اللہ ﷺ کے چند اصحاب مدینہ کی مسجد میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا: "تم اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" ان میں سے ایک نے کہا: "اگر ہم اس آیت کا انکار کریں تو ہم پورے قرآن کا انکار کر بیٹھیں گے، اور اگر ہم اس پر ایمان لائیں تو یہ ہمارے لیے ذلت ہے، کیونکہ اس سے ابن ابی طالب (علیؑ) کو ہم پر مسلط کر دیا جائے گا۔" پھر انہوں نے کہا: "ہم جانتے ہیں کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے، لیکن ہم ان کی ولایت کو تو مانیں گے، مگر علیؑ کی اطاعت نہیں کریں گے، جو وہ ہمیں حکم دیں۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں" یعنی "وہ علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کو پہچانتے ہیں، مگر ان میں سے اکثر اس ولایت کے منکر ہیں۔"

یہ روایت بیان کرتی ہے کہ آیۂ ولایت کے نزول کے بعد، کچھ صحابہ مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہوئے اور امام علیؑ کی اس فضیلت اور ولایت پر اعتراض کیا۔ اس اعتراض کے جواب میں سورہ نحل کی ایک آیت نازل ہوئی، جو ان کی سرزنش پر مشتمل تھی۔ تاہم سندی پہلو سے قطع نظر، اس روایت کے بارے میں چند اہم نکات قابلِ توجہ ہیں:

ا۔ مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بعض صحابہ کا اعتراض، آیۂ ولایت کے مدینہ میں نزول پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ آیۂ ولایت کے نزول کی خبر اور غدیر خم کے عظیم اجتماع کی اطلاع مدینہ پہنچنے کے بعد، ان صحابہ نے اعتراض کیا ہو جو حج میں شریک نہیں تھے۔ لہٰذا، اعتراض کا مقام مدینہ ہونا آیۂ ولایت کے نزول کا مقام مدینہ ہونا ثابت نہیں کرتا۔

۲۔ سورہ مائدہ قرآن کی آخری یا ماقبل آخر نازل ہونے والی سورت ہے جیسا کہ درج ذیل مفسرین اور مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ (یعقوبی، ندارد، ج۲: ۳۳–۳۴؛ طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج۵: ۱۵۷)

اس بنیاد پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورہ نحل، جو ایک مکی سورت ہے اور ترتیبِ نزول میں ۷۰ویں نمبر پر ہے (طبرسی، ۱۳۷۲ش: ج۶: ۵۳۵)، کیسے ممکن ہے کہ اس کی کوئی آیت مدینہ میں صحابہ کے اعتراض کے جواب میں نازل ہوئی ہو؟ یہ بات نزولِ سورہ نحل کے مکی ہونے اور سورہ مائدہ کے مدنی و آخری نزول کے اصول سے تعارض رکھتی ہے۔

ب۔ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (ع)، قَالَ: «بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ (ص) جَالِسٌ فِي بَيْتِهِ، وَ عِنْدَهُ نَفَرٌ مِنَ الْيَهُودِ- أَوْ قَالَ: خَمْسَةٌ مِنَ الْيَهُودِ- فِيهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ فَتَرَكَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ (ص) فِي مَنْزِلِهِ، وَ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا بِسَائِلٍ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ (ص): أَ صَدَّقَ عَلَيْكَ أَحَدٌ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، هُوَ ذَاكَ الْمُصَلِّي- فَإِذَا هُوَ عَلِيٌّ(عَلَيْهِ السَّلَامُ)»۔ (عیاشی، ۱۳۸۰ش: ج۱: ۳۲۸؛ بحرانی، ۱۴۱۶ق: ج۲: ۳۲۲) ابو حمزہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں بیٹھے تھے اور آپ کے پاس یہود کے چند افراد موجود تھے — یا فرمایا: پانچ یہودی — جن میں عبداللہ بن سلام بھی شامل تھا۔ اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی: "تمہارا ولی اللہ ہے، اور اس کا رسول، اور وہ

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں" رسول اللہ (ص) نے ان یہودیوں کو اپنے گھر میں چھوڑا اور مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک سائل (مانگنے والا) موجود تھا۔ رسول اللہ (ص) نے اس سے پوچھا: "کیا کسی نے تمہیں کچھ صدقہ دیا؟" اس نے جواب دیا: "جی ہاں، وہ نمازی شخص۔" جب رسول اللہ (ص) نے دیکھا تو وہ حضرت علیؑ تھے۔

اس روایت میں ذکر ہے کہ چند یہودی افراد رسول اکرم ﷺ کے گھر میں حاضر تھے اور اسی وقت آیۂ ولایت نازل ہوئی۔ اس روایت کے ظاہری الفاظ سے مدینہ میں وقوع اور "المسجد" سے مراد مسجد النبی ﷺ ہونا سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کی بنیاد درج ذیل نکات پر ہے: روایت میں "بیت" (گھر) کا ذکر ہے، اور رسول اکرم ﷺ کا گھر سے مسجد کی طرف جانا بیان ہوا ہے۔ اس کے علاوہ، یہودیوں کی موجودگی بھی مدینہ کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ حجاز کے یہودی اس وقت مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔

تاہم اس روایت کے بارے میں چند اہم نکات قابلِ غور ہیں: ۱۔ روایت کا مضمون رسول اکرم ﷺ کے مدینہ میں موجود حجرات (گھروں) کی حقیقی ساخت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے گھر چند سادہ اور مٹی کے کمرے تھے، جو وقت کے ساتھ تعمیر ہوئے تھے، اور ہر حجرہ آپؐ کی کسی زوجہ کے لیے مخصوص تھا۔ (ابن سعد، ۱۴۱۴ق: ج۱: ۵۰۰) رسول اکرم ﷺ کے پاس مہمانوں کے لیے کوئی الگ کمرہ نہیں تھا، بلکہ آپؐ کی ملاقاتوں اور گفتگو کا مقام مسجد تھا۔ لہٰذا، یہ روایت اگرچہ بظاہر مدینہ میں واقعہ پیش آنے کی طرف اشارہ کرتی ہے، لیکن اس کی تفصیلات مدینہ کے تاریخی حقائق سے ہم آہنگ نہیں ہیں، اور اس میں بیان کردہ "بیت" اور "مسجد" کی تعیین میں ابہام پایا جاتا ہے۔

۲۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ کے گھر میں مہمانوں سے ملاقات کے لیے کوئی مخصوص کمرہ موجود تھا، تب بھی اس روایت میں یہ ذکر کہ آیۂ ولایت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے مہمانوں کو گھر میں چھوڑ کر مسجد کی طرف رخ کیا، نہ تو عرب معاشرے کے عرف کے مطابق ہے اور نہ ہی اسلامی مہمان نوازی کے اصولوں سے ہم آہنگ۔ مزید برآں، کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سوال کے جواب میں آیۂ ولایت نازل فرمائی ہو، اور رسول اکرم ﷺ اس کے بعد حقیقت جاننے کے لیے مسجد تشریف لے گئے ہوں، جبکہ سوال کرنے والے افراد وہیں گھر میں رہ گئے ہوں؟ یہ بات منطقی اور روایتی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتی۔

۳۔ اس روایت میں "بیت" (گھر) کا ذکر غالباً رسول اکرم ﷺ کی رہائش گاہ کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوا ہے، اور اس سے مدینہ میں موجود گھر مراد لینا درست نہیں۔ بلکہ یہ مکہ میں قیام کے دوران کی رہائش کی طرف زیادہ اشارہ کرتا ہے۔ لہٰذا، اس روایت میں آیۂ ولایت کے مدینہ میں نزول پر کوئی واضح دلالت نہیں۔

۴۔ اس روایت میں عبد اللہ بن سلام کو اس یہودی گروہ کے ایک فرد کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں "یہودی" سے مراد وہ افراد ہیں جو پہلے یہودی تھے لیکن بعد میں اسلام قبول کر چکے تھے، نہ کہ وہ جو اس وقت بھی دینِ یہودیت پر قائم تھے۔ کیونکہ آیۂ ولایت رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری سال میں نازل ہوئی، جبکہ عبد اللہ بن سلام اس سے کافی پہلے مسلمان ہو چکے تھے ــــ یعنی رسول اکرم ﷺ کے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد (ابن اثیر، ۱۴۰۹ق: ج ۳: ۱۶۰) یا مسجد قبا کی تعمیر کے وقت (بلاذری، ۱۴۱۷ق: ج ۱: ۳۱۳؛ مقریزی، ۱۴۲۰ق: ۶۵) یا زیادہ سے زیادہ سن ۸ ہجری میں (ابن حجر، ۱۴۱۵ق: ج ۴: ۱۰۳) جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام اور کچھ نو مسلم یہودی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے تھے کہ اپنے سابق ہم مذہبوں کی طرف سے اذیت رسانی کی شکایت کریں۔ (ثعلبی، ۱۴۲۲ق: ج ۴: ۸۰) لہٰذا، یہ روایت آیۂ ولایت کے مدینہ میں نزول پر کوئی اشارہ یا دلیل فراہم نہیں کرتی، اور یہ بات بھی بعید نہیں کہ یہودی پس منظر رکھنے والا یہ گروہ مکہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو۔

شیعہ روایات کا مجموعی تجزیہ

شیعہ منابع میں موجود روایات اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہیں کہ کوئی بھی روایت آیۂ ولایت کے مدینہ یا مسجد النبی ﷺ میں نزول پر دلالت نہیں کرتی۔ برعکس، ایسی روایات موجود ہیں جو اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہیں کہ امام علیؑ کی خاتم بخشی کا واقعہ اور اس کے بعد آیۂ ولایت کا نزول، مکہ مکرمہ میں اور عرفہ کی شام سے لے کر عیدِ غدیر کے درمیانی وقت میں واقع ہوا۔

اس کے علاوہ، بعض دیگر روایات بھی ہیں جو اگرچہ خاتم بخشی اور آیۂ ولایت کے نزول کو بیان کرتی ہیں، لیکن یا تو وقت اور مقام کے بارے میں خاموش ہیں یا ان میں آیۂ ولایت کے مکہ میں نزول کے ساتھ کوئی تضاد نہیں پایا جاتا لہٰذا، شیعہ روایات کا مجموعی مطالعہ اس نتیجے کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ آیۂ ولایت کا نزول مدینہ میں نہیں بلکہ مکہ میں ہوا، اور اس کا وقت عرفہ سے غدیر کے درمیانی ایام میں واقع ہوا۔

ب۔ اہل سنت کی روایات

امام علیؑ کی خاتم بخشی اور آیۂ ولایت کے نزول کے مقام کے بارے میں اہل سنت کی روایات بھی مختلف اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہیں:

ا۔ وہ روایات جن میں حضرت علیؑ کی خاتم بخشی کا ذکر ہے لیکن وقت اور مقام کی طرف کوئی اشارہ نہیں

اس قسم کی روایات میں امام علیؑ کی خاتم بخشی کی فضیلت کو وسیع پیمانے پر نقل کیا گیا ہے، لیکن ان میں اس واقعے کے وقت اور مقام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ان روایات میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عمل امام علیؑ کی فضیلت کا مظہر ہے۔

اہل سنت کے منابع میں اس قسم کی روایات بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں، جن میں درج ذیل منابع شامل ہیں:

بلاذری، انساب الاشراف، ۱۴۱۷اق: ج ۲: ۱۵۰؛ ابن ابی حاتم، تفسیر ابن ابی حاتم، ۱۴۱۹اق: ج ۴: ۱۱۶۲؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۴۱۵اق: ج ۶: ۲۱۸؛ ثعلبی نیشابوری، الکشف والبیان، ۱۴۲۲اق: ج ۴: ۸۱؛ حاکم حسکانی، شواہد التنزیل، ۱۴۱۱اق: ج ۱: ۲۰۹–۲۴۶؛ بغوی، معالم التنزیل، ۱۴۲۰اق: ج ۲: ۶۴؛ زمخشری، الکشاف، ۱۴۰۷اق: ج ۱: ۶۴؛ فخر رازی، تفسیر کبیر، ۱۴۲۰اق: ج ۱۲: ۳۸۳؛ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۱۴۱۹اق: ج ۳: ۱۲۶، ۱۱۷ اور سیوطی، الدر المنثور، ۱۴۰۴اق: ج ۲: ۲۹۳–۲۹۴۔

طبرانی نے ابن مردویہ کے واسطے سے عمار بن یاسر سے روایت نقل کی ہے: "ایک سائل امام علیؑ کے پاس آیا جبکہ وہ نفل نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔ امام علیؑ نے اپنی انگوٹھی اتاری اور اسے سائل کو دے دی۔ پھر وہ سائل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعے کی اطلاع دی۔ تب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ) رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت اپنے صحابہ کو سنائی اور فرمایا: "جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔ اے اللہ! جو علی سے محبت کرے، تو بھی اس سے محبت کر، اور جو علی سے دشمنی کرے، تو بھی اس سے دشمنی کر۔ (طبرانی، ۱۴۱۵اق: ج ۶: ۲۱۸؛ سیوطی، ۱۴۰۴اق: ج ۲: ۲۹۳)

۲۔ وہ روایات جن میں امام علیؑ کی خاتم بخشی کی فضیلت اور "مسجد" کا بھی ذکر آیا ہے

اس قسم کی روایات میں، جیسے کہ عبداللہ بن سلام کی روایت (جو پہلے گزر چکی ہے)، امام علیؑ کی خاتم بخشی کی فضیلت کے ساتھ ساتھ اس واقعے کے مقام یعنی کسی مسجد میں پیش آنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ تاہم ان روایات میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ وہ مسجد مسجد الحرام تھی یا مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ روایات درج ذیل اہل سنت مفسرین و محدثین کی کتب میں موجود ہیں:

طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۶: ۱۸۶؛ حاکم نیشابوری، ۱۴۰۰ق: ص ۱۰۲، واحدی، ۱۳۸۳ق: ص ۲۰۲؛ حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۰۹–۲۴۶؛ فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲: ۳۸۳؛ قرطبیؒ، ۱۳۶۴ق: ج ۶: ۲۲۱؛ ابن کثیر، ۱۴۱۹ق: ج ۳: ۱۲۶؛ سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۳ اور آلوسی، ۱۴۱۵ق: ج ۳: ۳۳۴۔ مثال کے طور پر، ثعلبی نیشابوری اپنی تفسیر الکشف والبیان میں نقل کرتے ہیں: ابن عباس، سدی، عتبہ بن حکیم اور ثابت بن عبداللہ نے کہا: "آیت (وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ۔۔) سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں، جن کے پاس ایک سائل آیا جبکہ وہ مسجد میں رکوع کی حالت میں تھے، اور انہوں نے اپنی انگوٹھی اسے دے دی۔ (ثعلبی، ۱۴۲۲ق: ج ۴: ۸۰)

۳۔ وہ روایات جن میں امام علیؑ کی خاتم بخشی کی فضیلت کا بیان اور مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیۂ ولایت کے نزول کی طرف اشارہ ہوا ہے

اس قسم کی روایت میں بظاہر یہ اشارہ ملتا ہے کہ امام علیؑ کی خاتم بخشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی۔ یہ روایت صرف ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے اور فریقین (شیعہ و سنی) کی کتب میں موجود ہے۔ اس روایت کا اصل ماخذ ثعلبی کی روایت ہے جو انہوں نے ابن عباس سے نقل کی ہے، اور دیگر تمام مفسرین نے اسی سے نقل کیا ہے۔ (حاکم حسکانی، ۱۴۱۱ق: ج ۱: ۲۳۰؛ طبرسی، ۱۳۷۲ش: ج ۳: ۳۲۴ اور فخر رازی، ۱۴۲۰ق: ج ۱۲: ۳۸۳) اگرچہ اس روایت کی سند اور متن کے تفصیلی تجزیے سے قطع نظر، ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ ابن عباس کا ابوذر کو نہ پہچاننا تعجب انگیز ہے۔ تاہم اس روایت پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سے آیۂ ولایت کے مدینہ میں نزول کا مفہوم اخذ کرنا درست نہیں۔

روایت کے آغاز میں آیا ہے: "میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کی، اتنے میں ایک سائل مسجد میں داخل ہوا، لیکن کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔"

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

یہ بیان ان تمام روایات سے متصادم ہے جن میں آیا ہے کہ آیہٴ ولایت کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں تھے یا نزول کے بعد مسجد تشریف لائے تھے۔ مزید برآں، اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں موجود تھے، تو روایت کا دوسرا حصہ سائل کے الفاظ بیان کرتا ہے: "اے اللہ! گواہ رہ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں سوال کیا، لیکن کسی نے مجھے کچھ نہ دیا۔"

یہاں ممکن ہے کہ سائل کا مقصد "مسجد رسول اللہ" سے وہ جگہ ہو جہاں رسول اللہ ﷺ موجود تھے، نہ کہ خاص طور پر مسجد نبوی۔ لہٰذا، قاعدہ "اذا ورد الاحتمال بطل الاستدلال" (یعنی جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے) کے مطابق، یہ روایت دیگر احادیث کے ساتھ جمع کی جاسکتی ہے یعنی ان کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ چنانچہ یہاں "المسجد" کا لفظ مدینہ کی مسجد (مسجد النبی) پر کوئی قطعی دلالت نہیں رکھتا۔

۴۔ عبادہ بن صامت کے بارے میں ایک تحقیق

اس موضوع سے متعلق موجود روایات میں سورہٴ مائدہ کی آیت ۵۵ کے عبادہ بن صامت کے بارے میں نازل ہونے کی کوئی تصریح موجود نہیں۔ صرف بعض مفسرین جیسے ابن کثیر اور چند دیگر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بنی قینقاع کے ساتھ عہد شکنی اور ان کے خلاف اعلانِ جنگ کے بعد عبادہ بن صامت نے یہودیوں کے ساتھ اپنی ولایت اور حلیف ہونے سے براءت کا اظہار کیا۔ (ابن ہشام، ندارد، ج ۲: ۴۹؛ ابن ابی شیبہ کوفی، ۱۴۰۹ق: ج ۷: ۵۳۱؛ طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۶: ۱۸۶؛ ابن ابی حاتم، ۱۴۱۹ق: ج ۴: ۱۱۶۲؛ ثعلبی نیشابوری، ۱۴۲۲ق: ج ۴: ۸۰، بغوی، ۱۴۲۰ق: ج ۲: ۶۳؛ ذہبی، ۱۴۱۳ق: ج ۲: ۱۴۸ اور سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۹۳) ان روایات کے مطابق سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ سے ۵۶ تک اسی پس منظر میں نازل ہوئیں۔ روایت کا متن کچھ یوں ہے: "عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اسلام قبول کیا، پھر کہا: میرے اور قریظہ و نضیر (یہودی قبائل) کے درمیان حلف (معاہدہ) ہے، اور میں حالات کے پلٹنے سے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مرتد ہو گیا۔ اور عبادہ بن صامت نے کہا: میں اللہ عزوجل کے حضور قریظہ و نضیر کے ساتھ اپنے حلف سے براءت کا اعلان کرتا ہوں، اور اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کی ولایت کو اختیار کرتا ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے (یہ آیات) نازل فرمائیں۔ (ثعلبی نیشابوری، ۱۴۲۲ق: ج ۴: ۷۹–۸۰)

ابن کثیر اور بعض دیگر مفسرین نے مختلف احتمالات بیان کرتے ہوئے، آیاتِ سورہ مائدہ (آیات ۵۱ تا ۵۶) کو عبادہ بن صامت سے متعلق قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ ان آیات کے بارے میں امام علیؑ سے متعلق متعدد روایات بھی موجود ہیں، لیکن بعض اہل سنت مفسرین نے عبادہ بن صامت کی روایت کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیات ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ (ابن کثیر، ۱۴۱۹ق: ج ۳: ۱۲۶ـ۱۲۷)

روایت کا تجزیہ

اولاً: عبادہ بن صامت سے متعلق یہ حدیث، آیۂ ولایت کے نزول کی تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ روایت کے متن میں واضح طور پر ذکر ہے کہ عبادہ بن صامت نے یہودی قبیلے بنی قینقاع سے براءت کا اعلان غزوۂ بنی قینقاع کے دوران کیا، جو شوال، سال دوم ہجری میں پیش آیا۔ (ابن ہشام، ندارد، ج ۲: ۴۷؛ بلاذری، ۱۴۱۷ق: ج ۱: ۳۰۸؛ طبری، ۱۳۸۷ش: ج ۲: ۴۸۰) جبکہ سورہ مائدہ کا نزول سال دہم ہجری، حجۃالوداع کے موقع پر ہوا۔ (قرطبی، ۱۳۶۴ش: ج ۶: ۳۰؛ سیوطی، ۱۴۰۴ق: ج ۲: ۲۵۲ اور طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج ۵: ۱۵۷) لہٰذا، یہ روایت زیادہ سے زیادہ ایک تفسیری تطبیق ہے، جو اہل سنت مفسرین کی جانب سے کی گئی ہے، نہ کہ آیۂ ولایت کا حقیقی شانِ نزول۔

ثانیاً: اگر ہم اس روایت کو قبول بھی کر لیں اور واقعے اور آیت کے نزول کے وقت کے فرق کو نظر انداز کر دیں، تب بھی یہ روایت آیت ۵۲ کے شانِ نزول کے طور پر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اور اس صورت میں آیت ۵۵ کے امام علیؑ کی انگوٹھی عطا کرنے سے متعلق نزول کے ساتھ کوئی تضاد نہیں بنتا۔

ثالثاً: اگر ابن کثیر جیسے افراد آیات ۵۱ تا ۵۶ کو عبادہ بن صامت سے متعلق قرار دینے پر اصرار کریں، تو ان کے سامنے درج ذیل نکات رکھنا ضروری ہے:

الف) شانِ نزول کی کتب میں کسی بھی مصنف نے آیات ۵۵ اور ۵۶ (آیاتِ ولایت) کو عبادہ بن صامت سے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ صرف آیات ۵۱ اور ۵۲ کو ان پر منطبق کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: واحدی، ۱۳۸۳: ۲۰۰ـ۲۰۱)

ب) آیت ۵۴ میں ارتداد (دین سے پھرنے) کا ذکر موجود ہے: "اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے، تو اللہ ایک قوم کو لائے گا۔۔۔" (مائدہ: ۵۴) یہ آیت آیات ۵۲ـ۵۳ اور آیاتِ ولایت (۵۵ـ۵۶) کے درمیان واقع ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیات الگ الگ سیاق و سباق رکھتی ہیں۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

کیونکہ عبادہ بن صامت کا واقعہ ارتداد سے متعلق نہیں ہے، لہٰذا ان آیات کو ایک ہی شانِ نزول میں جمع کرنا درست نہیں۔

ج۔ ابن کثیر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیات ۵۱ تا ۵۶ کا شانِ نزول عبادہ بن صامت سے متعلق ہے۔اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے طبری کی دو روایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۶: ۱۷۸ و ۱۸۶؛ ابن کثیر، ۱۴۱۹ق: ج ۳: ۱۲۶ــ۱۲۷) لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبری نے دونوں روایات عطیہ سے نقل کی ہیں اور ان میں عبادہ بن صامت کا واقعہ صرف آیات ۵۱ اور ۵۲ کے شانِ نزول کے طور پر بیان ہوا ہے۔ (طبری، ۱۴۱۲ق: ج ۶: ۱۷۸)

ان روایات سے حاصل ہونے والا نتیجہ یہ ہے کہ آیاتِ ولایت (یعنی آیات ۵۵ و ۵۶) کے شانِ نزول کے بارے میں عبادہ بن صامت سے متعلق روایات ان افراد کی نقل کردہ ہیں جیسے زہری، سدی، عبادہ بن ولید، جو تابعین میں شمار ہوتے ہیں اور خود واقعے کے چشم دید گواہ نہیں تھے۔ان کے بیانات کے لیے قرآن سے بھی کوئی واضح تائید موجود نہیں۔ لہٰذا، ابن کثیر کا ان دو متعارض روایات پر اعتماد کرنا قابل قبول نہیں، اور اس بنیاد پر ان تمام متواتر روایات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں جو آیات ۵۵ و ۵۶ کے شانِ نزول کو امام علیؑ سے متعلق قرار دیتی ہیں، اور جنہیں صحابہ کرام کی ایک پوری جماعت نے نقل کیا ہے، جو خود اس واقعے کے گواہ تھے۔اسی طرح، تابعین کی متعدد احادیث بھی اس موضوع پر موجود ہیں جو امام علیؑ کی خاتم بخشی اور آیۂ ولایت کے نزول کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: رضوانی، ۱۳۸۵ش: ج۱: ۲۳۹)

اہل سنت کی روایات کا مجموعی تجزیہ

اہل سنت کے منابع میں موجود روایات کا مجموعی جائزہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ کوئی صریح روایت ایسی موجود نہیں ہے جو آیۂ ولایت کے نزول کو مدینہ یا مسجد نبوی ﷺ سے مربوط کرے۔ ان روایات میں جو مختلف شانِ نزول اور مصادیق کو آیۂ ولایت سے جوڑنے کی کوشش کرتی ہیں، ان کا مقصد زیادہ تر امام علیؑ کی فضیلت کو چھپانا یا کم رنگ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ طباطبائیؒ نے بھی اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان مختلف نقلوں اور شانِ نزول کی روایات میں انگوٹھی دینے کے واقعے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (طباطبائی، ۱۴۱۷ق: ج۶: ۲۵)

اس کے برعکس، ایسی روایات بھی موجود ہیں جو واضح طور پر امام علیؑ کی خاتم بخشی اور اس کے بعد آیۂ ولایت کے نزول کو مکہ سے مربوط کرتی ہیں، اور یہ واقعہ عرفہ کی شام سے لے کر عیدِ غدیر کے ایام کے درمیان پیش آیا۔ علاوہ ازیں، بعض دیگر روایات بھی ہیں جو خاتم بخشی اور آیۂ ولایت کے نزول کو بیان تو کرتی ہیں، لیکن وقت اور مقام کے بارے میں خاموش ہیں یا ان میں آیۂ ولایت کے مکہ میں نزول کے ساتھ کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔

خاتمہ

فریقین (شیعہ و سنی) کی روایات میں غور وتدبر سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ امام علیؑ کے انگوٹھی عطا کرنے کا واقعہ اور آیۂ ولایت کا نزول، جیسا کہ ابن طاووس نے حذیفہؓ سے روایت کیا ہے، شہر مکہ میں مسجد الحرام میں پیش آیا، اور اس کا وقت عرفہ کی شام، یعنی رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری سال کے حج کے ایام میں تھا۔

روایتِ کلینی کے مطابق، آیۂ ولایت، آیۂ تبلیغ سے پہلے نازل ہوئی۔

روایتِ عیاشی کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کی شام (یومِ غدیر سے قبل) حکم دیا گیا کہ امام علیؑ کی ولایت کا اعلان کریں، جس سے آپ ﷺ کو تشویش اور قلبی بوجھ محسوس ہوا۔ اس روایت کو دیگر متعدد روایات کی بھی تائید حاصل ہے۔

شیعہ و سنی دونوں مکاتبِ فکر اس بات پر متفق ہیں کہ آیۂ ولایت، امام علیؑ کی خاتم بخشی کے بعد اور انہی کی شان میں نازل ہوئی۔

روایتِ ابن طاووس کے مطابق، خاتم بخشی اور آیۂ اکمال کا نزول، امام علیؑ کی یمن سے واپسی کے بعد مسجد الحرام میں ہوا، جو کہ حج کے ایام کے قریب کا وقت ہے۔

نتیجہ اول: خاتم بخشی کا وقت

مذکورہ روایات کو یکجا کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ: امام علیؑ کی انگوٹھی عطا کرنے کا واقعہ اور آیۂ ولایت کا نزول، عرفہ کی شام اور یمن سے واپسی کے درمیانی وقت میں ہوا۔

نتیجہ دوم: خاتم بخشی کا مقام

روایات کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ: آیۂ ولایت کا نزول مسجد الحرام میں ہوا، تاکہ یہ واقعہ دیگر روایات اور تاریخی تسلسل سے ہم آہنگ ہو۔

ان روایات کے بارے میں جو بظاہر اس نتیجے سے متعارض نظر آتی ہیں، یہ کہنا درست ہے کہ فریقین کی اکثر روایات وقت اور مقام کے بارے میں خاموش ہیں اور وہ روایات جن میں صرف "مسجد" کا لفظ آیا ہے، ان میں مسجد الحرام مراد لینا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

اس تحقیق کے نتائج کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت ۵۵ میں امام علیؑ کی ولایت کے اعلان کے ضمن میں "ولی" کا مفہوم سرپرست اور رہنما ہے، یعنی امام علیؑ کو دینی و اجتماعی امور میں امت کا ولی و رہنما مقرر کیا گیا۔

اسی طرح، سورۂ مائدہ کی آیت ۶۷ میں موجود عبارت «ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ» (یعنی: جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا) واضح طور پر امام علیؑ کی ولایت و امامت کے عمومی اعلان کی طرف اشارہ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو امت تک پہنچانے کا حکم دیا گیا۔ یہ دونوں آیات مل کر امام علیؑ کی دینی قیادت، امامت اور ولایت کو قرآنی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

کتابیات

۱. قرآن مجید۔
۲. ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد. (۱۴۱۹ق). تفسیر القرآن العظیم (تحقیق اسعد محمد الطیب). مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز.
۳. ابن ابی شیبہ کوفی، عبداللہ بن محمد. (۱۴۰۹ق). المصنف فی الاحادیث والآثار (تحقیق سعید لحام، چاپ اول). دارالفکر.
۴. ابن اثیر جزری، علی بن محمد. (۱۴۰۹ق). اِسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ. دارالفکر.
۵. ابن تیمیہ حرانی، احمد بن عبدالحلیم. (۱۴۰۶ق). منہاج السنۃ النبویۃ (تحقیق محمد رشاد سالم). مؤسسۃ قرطبۃ.
۶. ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی. (۱۴۲۲ق). زاد المسیر فی علم التفسیر (تحقیق عبدالرزاق المہدی). دارالکتاب العربی.
۷. ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی. (۱۴۱۵ق). الاِصابۃ فی تمییز الصحابۃ (تحقیق عادل احمد و علی محمد، چاپ اول). دارالکتب العلمیۃ.
۸. ابن سعد، محمد بن سعد. (۱۴۱۴ق). الطبقات الکبری (تحقیق محمد بن صامل السلمی، چاپ اول). مکتبۃ الصدیق.
۹. ابن شہرآشوب مازندرانی، ابوجعفر محمد بن علی. (۱۳۷۹ق). مناقب آل اِبی طالب (ع) (تصحیح سید ہاشم رسولی محلاتی و محمد حسین دانش آشتیانی). انتشارات علامہ.
۱۰. ابن شہرآشوب، محمد بن علی. (۱۳۶۹ق). متشابہ القرآن و مختلفہ (چاپ اول). دار بیدار للنشر.
۱۱. ابن طاوس، علی بن موسی. (۱۳۷۶ش). اقبال الاعمال فیما یعمل مرۃ فی السنۃ (تحقیق جواد قیومی اصفہانی، چاپ اول). دفتر تبلیغات اسلامی.
۱۲. ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو. (۱۴۱۹ق). تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) (تحقیق محمد حسین شمس الدینی، چاپ اول). دارالکتب العلمیۃ.
۱۳. ابن منظور، محمد بن مکرّم. (۱۴۱۴ق). لسان العرب (تحقیق احمد فارس صاحب الجوائب، چاپ سوم). دارالفکر ــ دار صادر.
۱۴. ابن ہشام انصاری، عبداللہ بن یوسف. (۱۴۱۰ق). مغنی اللبیب عن کتاب الاعاریب (تحقیق محمد محیی الدین عبدالحمید). مکتبۃ آیت اللہ المرعشی.

۱۵. ابن ہشام حمیری، عبدالملک. (تاریخ ندارد). السیرۃ النبویۃ (تحقیق مصطفیٰ السقاء، ابراہیم الأبیاری و عبدالحفیظ شلبی). دارالمعرفۃ.

۱۶. امینی، عبدالحسین. (۱۳۹۷اق). الغدیر فی الکتاب والسنۃ والأدب. دارالکتاب العربی.

۱۷. ایجی، عبدالرحمٰن احمد. (۱۴۱۷اق/۱۹۹۷م). المواقف فی علم الکلام (تحقیق عبدالرحمٰن عمیرہ، چاپ اول). دارالجیل.

۱۸. آلوسی، سید محمود. (۱۴۱۵اق). روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم (تحقیق علی عبدالباری عطیہ). دارالکتب العلمیۃ.

۱۹. آمدی، سیف الدین. (۱۳۹۱اق). غایۃ المرام فی علم الکلام. المجلس الأعلی للشؤون الإسلامیۃ.

۲۰. بحرانی، سید ہاشم حسینی. (۱۴۱۶اق). البرہان فی تفسیر القرآن. بنیاد بعثت.

۲۱. بخاری، محمد بن اسماعیل. (۱۴۰۱اق). صحیح البخاری. دارالفکر.

۲۲. بغوی، حسین بن مسعود. (۱۴۲۰اق). معالم التنزیل فی تفسیر القرآن (تفسیر بغوی) (تحقیق عبدالرزاق مہدی). داراحیاء التراث العربی.

۲۳. بلاذری، احمد بن یحییٰ. (۱۴۱۷اق). جمل من إنساب الأشراف (تحقیق سہیل زکار و ریاض زرکلی، چاپ اول). دارالفکر.

۲۴. بیضاوی، عبداللہ بن عمر. (۱۴۱۸اق). إنوار التنزیل وإسرار التأویل (تفسیر بیضاوی) (تحقیق محمد عبدالرحمٰن المرعشلی، چاپ اول). داراحیاء التراث العربی.

۲۵. تفتازانی، سعدالدین. (۱۴۰۱اق). شرح المقاصد فی علم الکلام (چاپ اول). دارالمعارف النعمانیۃ.

۲۶. تفسیر منسوب بہ امام عسکری (ع). (۱۴۰۹اق). التفسیر المنسوب إلی الإمام العسکری (ع) (چاپ اول). مدرسۃ الإمام المہدی.

۲۷. ثعلبی نیشابوری، احمد بن ابراہیم. (۱۴۲۲اق). الکشف والبیان (تفسیر ثعلبی) (تحقیق محمد بن عاشور). دار احیاء التراث العربی.

۲۸. جرجانی، علی بن محمد. (۱۳۲۵اق). شرح المواقف (چاپ اول). مطبعۃ السعادۃ.

۲۹. جصاص، احمد بن علی. (۱۴۰۵اق). إحکام القرآن (تحقیق محمد صادق قمحاوی). داراحیاء التراث العربی.

۳۰. جوادی آملی، عبداللہ. (۱۳۷۸ش). تسنیم: تفسیر قرآن کریم. نشر اسراء.

۳۱. جوہری، اسماعیل بن حماد. (۱۴۰۷ق). الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیة (تحقیق احمد عبدالغفور عطار، چاپ چہارم). دار العلم للملایین.
۳۲. حاکم نیشابوری، محمد بن عبدالله. (۱۴۰۰ق/۱۹۸۰م). معرفة علوم الحدیث (تحقیق لجنة إحیاء التراث العربی فی دار الآفاق الجدیدة، چاپ چہارم). دار الآفاق الحدیثة.
۳۳. حاکم حسکانی، عبیدالله بن عبدالله. (۱۴۱۱ق). شواہد التنزیل لقواعد التفضیل (تحقیق محمد باقر محمودی، چاپ اول). وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی.
۳۴. حسینی میلانی، سید علی. (۱۳۹۲ش). نفحات الأزہار فی خلاصه عبقات الأنوار (آیات ولایت) (ترجمہ دکتر محسن احتشامی نیا). نشر نبأ.
۳۵. حمیری قمی، عبدالله بن جعفر. (تاریخ ندارد). قرب الإسناد. کتابخانہ نینوی.
۳۶. دیلمی، حسن بن محمد. (۱۴۱۲ق). إرشاد القلوب إلی الصواب (چاپ اول). دار الشریف الرضی.
۳۷. ذہبی، محمد بن احمد. (۱۴۱۳ق). تاریخ الإسلام و وفیات المشاہیر و الأعلام (تحقیق عمر عبدالسلام تدمری، چاپ دوم). دار الکتاب العربی.
۳۸. راغب اصفہانی، حسین بن محمد. (۱۴۱۲ق). مفردات إلفاظ القرآن (تحقیق صفوان عدنان داودی، چاپ اول). دار العلم –الدار الشامیة.
۳۹. رشید رضا، محمد. (۱۹۹۰م). تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار). الهیئة المصریة العامة للکتاب.
۴۰. رضوانی، علی اصغر. (۱۳۸۵ش). امام شناسی در قرآن و پاسخ به شبہات. مسجد مقدس جمکران.
۴۱. زمخشری، محمود بن عمر. (۱۴۰۷ق). الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل و عیون الأقاویل فی وجوه التأویل (چاپ سوم). دار الکتاب العربی.
۴۲. سیوطی، جلال الدین. (۱۴۰۴ق). الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور. کتابخانہ مرعشی نجفی.
۴۳. شرف الدین موسوی، سید عبدالحسین. (۱۴۰۲ق / ۱۹۸۲م). المراجعات (تحقیق حسین الراضی، چاپ دوم). بی نا.
۴۴. شیرازی، سلطان الواعظین. (۱۳۵۲ق). شب ہای پیشاور (چاپ بیست ویکم). دار الکتب الإسلامیة.
۴۵. صدوق، محمد بن علی. (۱۴۰۳ق). الخصال (تحقیق علی اکبر غفاری، چاپ دوم). مؤسسہ نشر اسلامی.
۴۶. صدوق، محمد بن علی. (۱۴۰۴ق). الأمالی (چاپ چہارم). المکتبة الإسلامیة.
۴۷. طباطبایی، سید محمد حسین. (۱۴۱۷ق). المیزان فی تفسیر القرآن (چاپ پنجم). مؤسسہ نشر اسلامی.

۴۸. طبرانی، سلیمان بن احمد. (۱۴۱۵ق). المعجم الأوسط. دار الحرمین.
۴۹. طبرانی، سلیمان بن احمد. (تاریخ ندارد). المعجم الکبیر (تحقیق حمدی عبدالمجید سلفی، چاپ دوم). دار احیاء التراث العربی.
۵۰. طبرسی، فضل بن حسن. (۱۳۷۲ش). مجمع البیان فی تفسیر القرآن (تحقیق محمد جواد بلاغی، چاپ سوم). ناصر خسرو.
۵۱. طبری، محمد بن جریر. (۱۳۸۷ق). تاریخ الأمم و الملوک (تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، چاپ دوم). دار التراث.
۵۲. طبری، محمد بن جریر. (۱۴۱۲ق). جامع البیان عن تأویل آی القرآن (چاپ اول). دار المعرفة.
۵۳. طوسی، محمد بن حسن. (۱۳۸۲ش). تلخیص الشافی فی الإمامة (تصحیح حسین بحر العلوم). محبین.
۵۴. طوسی، محمد بن حسن. (۱۴۱۴ق). الأمالی (تحقیق مؤسسة البعثة، چاپ اول). دار الثقافة.
۵۵. طوسی، محمد بن حسن. (تاریخ ندارد). التبیان فی تفسیر القرآن (تحقیق احمد قصیر عاملی). دار احیاء التراث العربی.
۵۶. علامہ حلی، حسن بن یوسف. (۱۴۱۷ق). کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد (تحقیق آیت اللہ حسن زادہ آملی، چاپ ہفتم). مؤسسہ نشر اسلامی.
۵۷. عیاشی، محمد بن مسعود. (۱۳۸۰ق). تفسیر العیاشی (کتاب التفسیر) (تحقیق سید ہاشم رسولی محلاتی). چاپخانہ علمیة.
۵۸. فخر رازی، محمد بن عمر. (۱۴۲۰ق). التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب) (چاپ سوم). دار احیاء التراث العربی.
۵۹. فیومی، احمد بن محمد. (۱۴۰۵ق). المصباح المنیر. دار الهجرة.
۶۰. قرطبیؒ، محمد بن احمد. (۱۳۶۴ش). الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبیؒ) (چاپ اول). انتشارات ناصر خسرو.
۶۱. قطب راوندی، قطب الدین سعید بن ہبہ اللہ. (۱۴۰۵ق). فقہ القرآن فی شرح آیات الأحکام (تحقیق احمد حسینی و محمود مرعشی، چاپ دوم). کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی.
۶۲. قمی، علی بن ابراہیم. (۱۳۶۷ش). تفسیر القمی (تحقیق سید طیب موسوی جزائری، چاپ چہارم). دار الکتاب.
۶۳. قوشچی، علی بن محمد. (تاریخ ندارد). شرح التجرید. منشورات الرضی.
۶۴. کلینی، محمد بن یعقوب. (۱۳۶۵ش). الکافی (تحقیق علی اکبر غفاری، چاپ چہارم). دار الکتب الإسلامیة.

۶۵. لکهنوی، میرحامد حسین. (۱۴۰۲ش). عبقات الانوار فی إمامة الائمة الأطهار (بخش آیات) (تحقیق محمدجواد رجب زاده، چاپ اول). بنیاد بین المللی امامت ـ نشر معارف اهل بیت (ع).
۶۶. مجلسی، محمدباقر. (۱۴۰۴ق). بحار الانوار الجامعة لدرر اخبار الائمة الأطهار (ع) (چاپ چهارم). مؤسسة الوفاء.
۶۷. مفید، محمد بن محمد. (۱۴۰۶ق). مسار الشیعة فی مختصر تواریخ الشریعة (تحقیق سید محمود مرعشی). مکتب آیت الله العظمی المرعشی النجفی.
۶۸. مفید، محمد بن محمد. (۱۴۱۳ق). الفصول المختارة (چاپ اول). المؤتمر العالمی لألفیة الشیخ المفید.
۶۹. مفید، محمد بن محمد. (۱۴۱۴ق). الإفصاح فی الإمامة (تحقیق مؤسسة البعثة، چاپ دوم). دارالمفید للطباعة والنشر والتوزیع.
۷۰. مقریزی، احمد بن علی. (۱۴۲۰ق). إمتاع الأسماع (تحقیق محمد نمیسی، چاپ اول). دارالکتب العلمیة.
۷۱. مکارم شیرازی، ناصر و دیگران. (۱۳۷۴ش). تفسیر نمونه (چاپ اول). دارالکتب الإسلامیة.
۷۲. همدانی، عبدالجبار. (۱۳۸۲ق). المغنی فی إبواب التوحید والعدل (تحقیق دکتر محمود محمد قاسم). دارالکتب.
۷۳. واحدی، علی بن احمد. (۱۳۸۳ش). اسباب النزول (ترجمه علیرضا ذکاوتی قراگوزلو). نشرنی.
۷۴. یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب. (تاریخ ندارد). تاریخ الیعقوبی. دار صادر.

Sources

The Holy Qur’an.

1. ʿAbd al-Jabbār al-Hamadhānī. (1382 AH / 1962 CE). Al-Mughnī fī Abwāb al-Tawḥīd wa al-ʿAdl (The Sufficient Book on the Principles of Monotheism and Justice) (ed. Dr. Maḥmūd Muḥammad Qāsim). Dār al-Kutub.
2. Al-Ālūsī, Sayyid Maḥmūd. (1415 AH / 1994 CE). Rūḥ al-Maʿānī fī Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (The Spirit of the Meanings in Qurʾānic Exegesis) (ed. ʿAlī ʿAbd al-Bārī ʿAṭiyyah). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.
3. Al-Āmidī, Sayf al-Dīn. (1391 AH / 1971 CE). Ghāyat al-Marām fī ʿIlm al-Kalām (The Ultimate Aim in Islamic Theology). Al-Majlis al-Aʿlá li-al-Shuʾūn al-Islāmiyyah.
4. Al-Amīnī, ʿAbd al-Ḥusayn. (1397 AH / 1977 CE). Al-Ghadīr fī al-Kitāb wa al-Sunnah wa al-Adab (Al-Ghadīr in the Book, the Sunnah, and Literature). Dār al-Kitāb al-ʿArabī.

5. Al-ʿAyyāshī, Muḥammad ibn Masʿūd. (1380 AH / 1960 CE). Tafsīr al-ʿAyyāshī (Kitāb al-Tafsīr) (The Commentary of al-ʿAyyāshī) (ed. Sayyid Hāshim Rasūlī Maḥallātī). Al-Maṭbaʿah al-ʿIlmiyyah.
6. Al-Baghawī, Ḥusayn ibn Masʿūd. (1420 AH / 2000 CE). Maʿālim al-Tanzīl fī Tafsīr al-Qurʾān (Tafsīr al-Baghawī) (The Landmarks of Revelation in Qurʾānic Exegesis) (ed. ʿAbd al-Razzāq al-Mahdī). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
7. Al-Baḥrānī, Sayyid Hāshim al-Ḥusaynī. (1416 AH / 1996 CE). Al-Burhān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Proof in the Commentary of the Qurʾān). Bunyād Baʿthat.
8. Al-Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyá. (1417 AH / 1997 CE). Jumal min Ansāb al-Ashrāf (Selections from the Genealogies of the Nobles) (eds. Suhayl Zakkār & Riyāḍ Zarkalī, 1st ed.). Dār al-Fikr.
9. Al-Bayḍāwī, ʿAbd Allāh ibn ʿUmar. (1418 AH / 1997 CE). Anwār al-Tanzīl wa Asrār al-Taʾwīl (Tafsīr al-Bayḍāwī) (The Lights of Revelation and Secrets of Interpretation) (ed. Muḥammad ʿAbd al-Raḥmān al-Marʿashlī, 1st ed.). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
10. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. (1401 AH / 1981 CE). Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (The Authentic Collection of al-Bukhārī). Dār al-Fikr.
11. Al-Daylamī, Ḥasan ibn Muḥammad. (1412 AH / 1991 CE). Irshād al-Qulūb ilá al-Ṣawāb (Guiding Hearts to the Right Path) (1st ed.). Dār al-Sharīf al-Raḍī.
12. Al-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad. (1413 AH / 1992 CE). Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr wa al-Aʿlām (The History of Islam and the Deaths of Notable Figures) (ed. ʿUmar ʿAbd al-Salām Tadmurī, 2nd ed.). Dār al-Kitāb al-ʿArabī.
13. Al-Fakhr al-Rāzī, Muḥammad ibn ʿUmar. (1420 AH / 1999 CE). Al-Tafsīr al-Kabīr (Mafātīḥ al-Ghayb) (The Great Commentary: The Keys to the Unseen) (3rd ed.). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
14. Al-Fayyūmī, Aḥmad ibn Muḥammad. (1405 AH / 1985 CE). Al-Miṣbāḥ al-Munīr (The Illuminating Lexicon). Dār al-Hijrah.
15. Al-Ḥākim al-Ḥaskānī, ʿUbayd Allāh ibn ʿAbd Allāh. (1411 AH / 1991 CE). Shawāhid al-Tanzīl li-Qawāʿid al-Tafḍīl (Proofs of Revelation for the Principles of Preference) (ed. Muḥammad Bāqir Maḥmūdī, 1st ed.). Ministry of Culture and Islamic Guidance (Iran).
16. Al-Ḥākim al-Nīshābūrī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh. (1400 AH / 1980 CE). Maʿrifat ʿUlūm al-Ḥadīth (The Science of Ḥadīth

Recognition) (ed. Committee for the Revival of Arab Heritage, 4th ed.). Dār al-Āfāq al-Ḥadīthah.
17. Al-Ḥimyarī al-Qummī, ʿAbd Allāh ibn Jaʿfar. (n.d.). Qurb al-Isnād (The Book of Short-Chain Transmissions). Nīnawā Library.
18. Al-Ījī, ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad. (1417 AH / 1997 CE). Al-Mawāqif fī ʿIlm al-Kalām (The Positions in Islamic Theology) (ed. ʿAbd al-Raḥmān ʿUmayrah, 1st ed.). Dār al-Jīl.
19. Al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn ʿAlī. (1405 AH / 1985 CE). Aḥkām al-Qurʾān (Legal Rulings Derived from the Qurʾān) (ed. Muḥammad Ṣādiq Qamḥāwī). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
20. Al-Jawharī, Ismāʿīl ibn Ḥammād. (1407 AH / 1987 CE). Al-Ṣiḥāḥ: Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyyah (The Crown of Language and the Authentic Arabic Lexicon) (ed. Aḥmad ʿAbd al-Ghafūr ʿAṭṭār, 4th ed.). Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn.
21. Al-Jurjānī, ʿAlī ibn Muḥammad. (1325 AH / 1907 CE). Sharḥ al-Mawāqif (Commentary on "al-Mawāqif") (1st ed.). Maṭbaʿat al-Saʿādah.
22. Al-Kulaynī, Muḥammad ibn Yaʿqūb. (1365 SH / 1986 CE). Al-Kāfī (The Sufficient Book) (ed. ʿAlī Akbar Ghaffārī, 4th ed.). Dār al-Kutub al-Islāmiyyah.
23. ʿAllāmah al-Ḥillī, Ḥasan ibn Yūsuf. (1417 AH / 1996 CE). Kashf al-Murād fī Sharḥ Tajrīd al-Iʿtiqād (Unveiling the Intention: Commentary on "Tajrīd al-Iʿtiqād") (ed. ʿAllāmah Ḥasan Zādah Āmulī, 7th ed.). Muʾassasat Nashr Islāmī.
24. Al-Majlisī, Muḥammad Bāqir. (1404 AH / 1984 CE). Biḥār al-Anwār al-Jāmiʿah li-Durar Akhbār al-Aʾimmah al-Aṭhār (ʿa) (Seas of Light: The Comprehensive Collection of the Pure Imams' Traditions) (4th ed.). Muʾassasat al-Wafāʾ.
25. Al-Maqrīzī, Aḥmad ibn ʿAlī. (1420 AH / 1999 CE). Imtāʿ al-Asmāʿ (Delight of the Ears) (ed. Muḥammad Namīsī, 1st ed.). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.
26. Al-Mufīd, Muḥammad ibn Muḥammad. (1406 AH / 1986 CE). Masār al-Shīʿah fī Mukhtaṣar Tawarīkh al-Sharīʿah (The Path of the Shīʿah: A Summary of the History of the Sharīʿah) (ed. Sayyid Maḥmūd Marʿashī). Āyatullāh al-Marʿashī Library.
27. Al-Mufīd, Muḥammad ibn Muḥammad. (1413 AH / 1992 CE). Al-Fuṣūl al-Mukhtārah (Selected Discourses) (1st ed.). The International Conference on the Millennium of Shaykh al-Mufīd.

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

28. Al-Mufīd, Muḥammad ibn Muḥammad. (1414 AH / 1993 CE). Al-Ifṣāḥ fī al-Imāmah (The Elucidation on the Imamate) (ed. Muʾassasat al-Baʿthah, 2nd ed.). Dār al-Mufīd li-l-Ṭibāʿah wa al-Nashr wa al-Tawzīʿ.
29. Al-Qummī, ʿAlī ibn Ibrāhīm. (1367 SH / 1988 CE). Tafsīr al-Qummī (The Qurʾānic Commentary of al-Qummī) (ed. Sayyid Ṭayyib Mūsawī Jazāʾirī, 4th ed.). Dār al-Kitāb.
30. Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. (1364 SH / 1985 CE). Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān (Tafsīr al-Qurṭubī) (The Compendium of Qurʾānic Legal Rulings) (1st ed.). Nāṣir Khosrow Publications.
31. Al-Qūshjī, ʿAlī ibn Muḥammad. (n.d.). Sharḥ al-Tajrīd (Commentary on “Tajrīd al-Iʿtiqād”). Manšūrāt al-Riḍā.
32. Al-Rāghib al-Iṣfahānī, Ḥusayn ibn Muḥammad. (1412 AH / 1991 CE). Mufradāt Alfāẓ al-Qurʾān (Dictionary of Qurʾānic Terms) (ed. Ṣafwān ʿAdnān Dāwūdī, 1st ed.). Dār al-ʿIlm – al-Dār al-Shāmiyyah.
33. Al-Ṣadūq, Muḥammad ibn ʿAlī. (1403 AH / 1983 CE). Al-Khiṣāl (The Book of Virtues and Numbers) (ed. ʿAlī Akbar Ghaffārī, 2nd ed.). Muʾassasat Nashr Islāmī.
34. Al-Ṣadūq, Muḥammad ibn ʿAlī. (1404 AH / 1984 CE). Al-Amālī (The Dictations) (4th ed.). Al-Maktabah al-Islāmiyyah.
35. Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn. (1404 AH / 1984 CE). Al-Durr al-Manthūr fī al-Tafsīr bi-l-Maʾthūr (The Scattered Pearls: Commentary Based on Narrations). Marʿashī Najafī Library.
36. Al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad. (1415 AH / 1994 CE). Al-Muʿjam al-Awsaṭ (The Middle Dictionary). Dār al-Ḥaramayn.
37. Al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad. (n.d.). Al-Muʿjam al-Kabīr (The Great Dictionary of Ḥadīth) (ed. Ḥamdī ʿAbd al-Majīd Salafī, 2nd ed.). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
38. Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. (1387 AH / 1967 CE). Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk (History of Nations and Kings) (ed. Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm, 2nd ed.). Dār al-Turāth.
39. Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. (1412 AH / 1991 CE). Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān (The Comprehensive Explanation of the Interpretation of Qurʾānic Verses) (1st ed.). Dār al-Maʿrifah.
40. Al-Ṭabāṭabāʾī, Sayyid Muḥammad Ḥusayn. (1417 AH / 1996 CE). Al-Mīzān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Balance in the Exegesis of the Qurʾān) (5th ed.). Muʾassasat Nashr Islāmī.

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

41. Al-Ṭabrisī, Faḍl ibn Ḥasan. (1372 SH / 1993 CE). Majmaʿ al-Bayān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Compendium of Elucidation in Qurʾānic Exegesis) (ed. Muḥammad Jawād Balāghī, 3rd ed.). Nāṣir Khosrow.
42. Al-Tafsīr al-Mansūb ilá al-Imām al-ʿAskarī (ʿa). (1409 AH / 1989 CE). Al-Tafsīr al-Mansūb ilá al-Imām al-ʿAskarī (ʿa) (The Commentary Attributed to Imām al-ʿAskarī [a]) (1st ed.). Madrasat al-Imām al-Mahdī.
43. Al-Taftāzānī, Saʿd al-Dīn. (1401 AH / 1981 CE). Sharḥ al-Maqāṣid fī ʿIlm al-Kalām (Commentary on the Aims in Islamic Theology) (1st ed.). Dār al-Maʿārif al-Nuʿmāniyyah.
44. Al-Thaʿlabī al-Nīshābūrī, Aḥmad ibn Ibrāhīm. (1422 AH / 2001 CE). Al-Kashf wa al-Bayān (Tafsīr al-Thaʿlabī) (The Unveiling and Clarification: Qurʾānic Commentary of al-Thaʿlabī) (ed. Muḥammad ibn ʿĀshūr). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
45. Al-Ṭūsī, Muḥammad ibn al-Ḥasan. (1382 SH / 2003 CE). Talkhīṣ al-Shāfī fī al-Imāmah (Summary of "al-Shāfī" on the Imamate) (ed. Ḥusayn Baḥr al-ʿUlūm). Muḥibbīn Publications.
46. Al-Ṭūsī, Muḥammad ibn al-Ḥasan. (1414 AH / 1993 CE). Al-Amālī (The Dictations of Shaykh al-Ṭūsī) (ed. Muʾassasat al-Baʿthah, 1st ed.). Dār al-Thaqāfah.
47. Al-Ṭūsī, Muḥammad ibn al-Ḥasan. (n.d.). Al-Tibyān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Clarification in Qurʾānic Commentary) (ed. Aḥmad Qaṣīr ʿĀmilī). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
48. Al-Wāḥidī, ʿAlī ibn Aḥmad. (1383 SH / 2004 CE). Asbāb al-Nuzūl (The Occasions of Revelation) (trans. ʿAlī-Reżā Zekāvatī Qarāgūzlū). Nashr Ney.
49. Al-Yaʿqūbī, Aḥmad ibn Abī Yaʿqūb. (n.d.). Tārīkh al-Yaʿqūbī (The History of al-Yaʿqūbī). Dār Ṣādir.
50. Al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ʿUmar. (1407 AH / 1987 CE). Al-Kashshāf ʿan Ḥaqāʾiq Ghawāmiḍ al-Tanzīl wa ʿUyūn al-Aqāwīl fī Wujūh al-Taʾwīl (The Revealer of the Realities of the Mysteries of Revelation) (3rd ed.). Dār al-Kitāb al-ʿArabī.
51. Ḥusaynī Mīlānī, Sayyid ʿAlī. (1392 SH / 2013 CE). Nafahāt al-Azhār fī Khulāṣat ʿAbqāt al-Anwār (Āyāt al-Wilāyah) (The Fragrance of Blossoms: A Summary of "ʿAbqāt al-Anwār" on the Verses of Wilāyah) (trans. Dr. Moḥsen Eḥteshāmīniyā). Nashr Nabāʾ.

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

52. Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad. (1419 AH / 1998 CE). Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (The Great Qurʾānic Commentary) (ed. Asʿad Muḥammad al-Ṭayyib). Maktabat Nizār Muṣṭafá al-Bāz.
53. Ibn Abī Shaybah al-Kūfī, ʿAbd Allāh ibn Muḥammad. (1409 AH / 1989 CE). Al-Muṣannaf fī al-Aḥādīth wa al-Āthār (The Compendium of Ḥadīths and Reports) (ed. Saʿīd al-Laḥḥām, 1st ed.). Dār al-Fikr.
54. Ibn al-Athīr al-Jazarī, ʿAlī ibn Muḥammad. (1409 AH / 1989 CE). Usd al-Ghābah fī Maʿrifat al-Ṣaḥābah (The Lions of the Forest in the Knowledge of the Companions). Dār al-Fikr.
55. Ibn al-Jawzī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAlī. (1422 AH / 2001 CE). Zād al-Masīr fī ʿIlm al-Tafsīr (The Provisions of the Traveler in Qurʾānic Exegesis) (ed. ʿAbd al-Razzāq al-Mahdī). Dār al-Kitāb al-ʿArabī.
56. Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī. (1415 AH / 1994 CE). Al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah (The Distinction of the Companions) (eds. ʿĀdil Aḥmad & ʿAlī Muḥammad, 1st ed.). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.
57. Ibn Hishām al-Anṣārī, ʿAbd Allāh ibn Yūsuf. (1410 AH / 1989 CE). Mughnī al-Labīb ʿan Kutub al-Aʿārīb (The Sufficient Book for Grammar Studies) (ed. Muḥammad Muḥyī al-Dīn ʿAbd al-Ḥamīd). Maktabat Āyatullāh al-Marʿashī.
58. Ibn Hishām al-Ḥimyarī, ʿAbd al-Malik. (n.d.). Al-Sīrah al-Nabawiyyah (The Prophetic Biography) (eds. Muṣṭafá al-Saqqā, Ibrāhīm al-Abyārī & ʿAbd al-Ḥafīẓ Shalbī). Dār al-Maʿrifah.
59. Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿAmr. (1419 AH / 1998 CE). Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (Tafsīr Ibn Kathīr) (The Great Qurʾānic Commentary) (ed. Muḥammad Ḥusayn Shams al-Dīn, 1st ed.). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.
60. Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram. (1414 AH / 1993 CE). Lisān al-ʿArab (The Tongue of the Arabs) (ed. Aḥmad Fāris Ṣāḥib al-Jawāʾib, 3rd ed.). Dār al-Fikr – Dār Ṣādir.
61. Ibn Saʿd, Muḥammad ibn Saʿd. (1414 AH / 1993 CE). Al-Ṭabaqāt al-Kubrā (The Great Book of Biographies) (ed. Muḥammad ibn Ṣāmiḥ al-Sulamī, 1st ed.). Maktabat al-Ṣiddīq.
62. Ibn Shahr Āshūb al-Māzandarānī, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn ʿAlī. (1379 AH / 1960 CE). Manāqib Āl Abī Ṭālib (ʿa) (The Virtues of the Family of Abū Ṭālib) (eds. Sayyid Hāshim Rasūlī Maḥallātī & Muḥammad Ḥusayn Dānesh Āshtiyānī). ʿAllāmah Publications.

63. Ibn Shahr Āshūb, Muḥammad ibn ʿAlī. (1369 AH / 1950 CE). Mutashābih al-Qurʾān wa Mukhtalifuh (The Similar and Different Verses of the Qurʾān) (1st ed.). Dār Baydār li-al-Nashr.
64. Ibn Ṭāwūs, ʿAlī ibn Mūsá. (1376 SH / 1997 CE). Iqbal al-Aʿmāl fīmā Yuʿmal Marratan fī al-Sanah (Acceptance of Deeds Performed Once a Year) (ed. Jawād Qayyūmī Iṣfahānī, 1st ed.). Daftar Tablīghāt Islāmī.
65. Ibn Taymiyyah al-Ḥarrānī, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. (1406 AH / 1986 CE). Minhāj al-Sunnah al-Nabawiyyah (The Methodology of the Prophetic Sunnah) (ed. Muḥammad Rashād Sālim). Muʾassasat Qurṭubah.
66. Jawādī Āmulī, ʿAbd Allāh. (1378 SH / 1999 CE). Tasnīm: Tafsīr Qurʾān Karīm (Tasnīm: Commentary on the Noble Qurʾān). Nashr Isrāʾ.
67. Lakhnavī, Mīr Ḥāmid Ḥusayn. (1402 SH / 1983 CE). ʿAbqāt al-Anwār fī Imāmat al-Aʾimmah al-Aṭhār (Bakhsh Āyāt) (The Fragrance of Lights on the Imamate of the Pure Imams – Verses Section) (ed. Muḥammad Jawād Rajabzādah, 1st ed.). Imamate International Foundation – Nashr Maʿārif Ahl al-Bayt (ʿa).
68. Makāram Shīrāzī, Nāṣir, et al. (1374 SH / 1995 CE). Tafsīr al-Namūnah (The Exemplary Commentary) (1st ed.). Dār al-Kutub al-Islāmiyyah.
69. Qaṭb al-Rāwandī, Qaṭb al-Dīn Saʿīd ibn Hibat Allāh. (1405 AH / 1985 CE). Fiqh al-Qurʾān fī Sharḥ Āyāt al-Aḥkām (Jurisprudence of the Qurʾān: Explanation of Legal Verses) (ed. Ḥamd Ḥusaynī & Maḥmūd Marʿashī, 2nd ed.). Āyatullāh Marʿashī Library.
70. Raḍwānī, ʿAlī-Aṣghar. (1385 SH / 2006 CE). Imam-shināsī dar Qurʾān wa Pāsokh be Shubuhāt (Imamate in the Qurʾān and Responses to Doubts). Masjid-e-Moqaddas Jamkarān.
71. Rashīd Riḍā, Muḥammad. (1990 CE). Tafsīr al-Qurʾān al-Ḥakīm (Tafsīr al-Manār) (The Interpretation of the Wise Qurʾān: Tafsīr al-Manār). Egyptian General Book Authority.

72. Sharaf al-Dīn al-Mūsawī, Sayyid ʿAbd al-Ḥusayn. (1402 AH / 1982 CE). Al-Murājaʿāt (The Correspondences between al-Azhar and Najaf) (ed. Ḥusayn al-Rāḍī, 2nd ed.). N.p.

73. Sultān al-Wāʿiẓīn al-Shīrāzī. (1352 AH / 1933 CE). Shab-hā-ye Pīshāwar (The Nights of Peshawar) (21st ed.). Dār al-Kutub al-Islāmiyyah.